Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com

خوفناک مندر

صفدر شاہین-ملتان

خوبرو حسینہ کمرے میں پہنچی تو دیکھا کہ چارپائی پر چادر اوڑھے ایک شخص سو رہا ہے تو اس نے طیش میں آکر چادر کھینچ لی اور پھر اگلا منظر حسینہ کا دل دہلا گیا کیونکہ چارپائی پر کوئی انسان نہیں بلکہ ایک ڈھانچہ موجود تھا اور پھر.....

کہنہ مشق رائٹر کی لکھی ہوئی اچھوتی انوکھی خوفناک دہشت ناک اور حیرت انگیز شاہکار کہانی

رحمان جیولرز کا نیون سائن دیکھ کر شازیہ رک گئی۔ اس بازار میں اسے یہ پہلی جیولری شاپ نظر آئی تھی جس کے نام سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی مسلمان کی دکان ہے اس نے اپنے شوہر تنویر احمد کو اس دکان کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اس دکان پر خریداری کی جائے تو ہندو جیولرز کے مقابلے میں یہاں قیمتیں کچھ کم ہی ہوں گی۔"

"ہاں..... کچھ نہ کچھ تو فرق ضرور ہوگا۔" تنویر نے دکان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن پہلے ہمیں شکیل کے پاس پہنچنا ہے تاکہ رہائش کا مسئلہ حل ہو جائے ورنہ ہوٹل میں رات گزارنی پڑے گی..... شاپنگ تو ہم بعد میں بھی کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں نے بھی شاپنگ ابھی نہیں کرنی ہے۔ میں تو آئندہ کے لئے کہہ رہی تھی۔" شازیہ نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر وہ دونوں آگے بڑھنے لگے۔ ان کی شادی پندرہ دن پہلے ہوئی تھی اور وہ ہنی مون منانے کے لئے ایک گھنٹہ قبل لاہور سے یہاں پہنچے تھے۔ تنویر احمد کی لاہور میں اسپیئر پارٹس کی بہت بڑی دکان تھی۔ والد صاحب نے شادی سے پہلے ہی کاروبار اسے سونپ دیا تھا۔ دکان پر ایک منیجر اور دو سیلز مین ملازم تھے۔

شادی کے بعد ہنی مون کا پروگرام بنا تو تنویر نے سنگاپور جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن شازیہ کو انڈیا دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ اس نے دہلی میں ہنی مون منانے کی خواہش ظاہر کی تو تنویر انکار نہ کر سکا، اسے شازیہ سے بہت محبت تھی اور دونوں میں سال بھر افیئر چلتا رہا۔ پھر شازیہ نے ایف اے پاس کر لیا تو تنویر کی خواہش پر اس کے والد نے شازیہ کے والدین سے شازیہ کا رشتہ مانگ لیا۔ وہ لوگ متوسط طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک تاجر گھرانے میں بیٹی کا رشتہ کرنا ان کے لئے فخر کی بات تھی۔ اس لئے انہوں نے رشتہ کر لیا اور شازیہ دو کمروں کے مکان سے نکل کر تنویر کی کوٹھی میں آ گئی۔ یہ کوٹھی علامہ اقبال ٹاؤن میں تھی جبکہ تنویر کے والد سمن آباد والی کوٹھی میں رہتے تھے۔

شکیل، تنویر احمد کا دوست تھا، اس کی یہاں کپڑے کی بہت بڑی دکان تھی، دو سال پہلے تنویر اور شکیل کے درمیان دوستی کا آغاز ہوا تھا۔ شکیل اپنے ایک عزیز کی شادی میں شرکت کے سلسلے میں ان دنوں لاہور آیا تھا۔ لیکن لاہور ریلوے اسٹیشن پر اس کا پاسپورٹ اور سفری کاغذات گم ہو گئے۔ اتفاق سے تنویر کسی کام کے سلسلے میں اس وقت اسٹیشن پر موجود تھا جب شکیل امیگریشن والوں کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے کاغذات گم ہو گئے

www.urdupalace.com

ہیں۔ امیگریشن کے عملے میں تنویر کا ایک دوست اور کلاس فیلو بھی تھا۔ اسے شکیل کی بے بسی پر بہت ترس آیا اور اس نے دوست کہہ کر شکیل کی جان چھڑائی۔

شکیل نے تنویر کا شکریہ ادا کیا اور اس کا ایڈریس لے لیا۔ پھر دو دن بعد وہ تنویر سے اس کی دکان پر ملا اور دوبارہ شکریہ ادا کرتے ہوئے تنویر کو پیشکش کی کہ کبھی دہلی آنے کا پروگرام بنے تو اسے خدمت کا موقع ضرور دے۔

اس واقع سے ان میں دوستی کی ابتدا ہوئی۔ وہ شادی شدہ نوجوان تھا۔ دہلی واپس جانے کے بعد اس نے تنویر کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ گزشتہ سال اس نے اپنے ایک عزیز کے ہاتھ تنویر کے لئے کچھ تحائف بھی بھیجے تھے پھر جب تنویر نے اسے اطلاع دی کہ آئندہ ماہ اس کی شادی ہو رہی ہے تو شکیل نے جوابی خط میں اسے دعوت دی کہ وہ ہنی مون دہلی آ کر منائے۔

تنویر کے پاس اس کا ایڈریس تھا۔ چنانچہ ایئرپورٹ سے وہ شازیہ کے ساتھ یہاں پہنچا تھا۔ صرافہ بازار سے متصل کلاتھ مارکیٹ میں شکیل کی دکان تلاش کرنے میں انہیں زیادہ مشکل پیش نہ آئی۔ وہ اپنے چار پانچ سیلز مینوں کے ساتھ دکان پر موجود تھا۔ اس نے فوراً ہی تنویر کو پہچان لیا اور بڑی گرمجوشی سے ملا پھر اس نے شازیہ کو سلام کیا اور شادی کی مبارکباد دی۔

"بھائی۔ تم مجھے فون کر دیتے میں ایئرپورٹ پہنچ جاتا۔" اس نے تنویر سے کہا۔

"کیا ضرورت تھی۔ ہم تو آ ہی رہے تھے۔ تمہارا وقت کیوں ضائع کرتے۔" تنویر نے ہنس کر کہا۔ "پھر میں یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ دو سال بعد تم مجھے پہچان لو گے یا نہیں اور ہماری اچانک آمد پر تمہیں کتنی حیرت ہوتی ہے۔"

تنویر کی بات سن کر شکیل مسکرانے لگا۔ تنویر اور شازیہ کے لئے کولڈ ڈرنکس منگوانے کے بعد شکیل نے اپنے گھر پر فون کر کے اپنی بیوی کو مہمانوں کی آمد کی اطلاع دی۔

"لنچ کا وقت ہو رہا ہے۔ ہم ہوٹل میں لنچ کر لیں گے۔ البتہ رات کا کھانا گھر پر ہی ہوگا۔ لنچ کے بعد میں انہیں گھر لاؤں گا۔"

اس نے بیوی سے کہا۔ "اور ہاں ان کے لئے ایک کمرہ آراستہ کر دو۔ باقی باتیں وہیں ہوں گی۔" فون بند کر کے اس نے شازیہ کی طرف دیکھا۔ "آپ کو ہوٹل میں لنچ پر اعتراض تو نہیں ہے بھابی؟"

"نہیں شکیل بھائی۔ اس میں اعتراض کا کون سا پہلو ہے۔" شازیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیوں تنویر؟"

"اور کیا۔" تنویر نے جلدی سے کہا۔ "یوں بھی اب اتنا وقت نہیں ہے کہ گھر پر لنچ تیار ہو سکے۔ ایک بج رہا ہے۔"

چند منٹ تک باتیں ہوتی رہیں پھر شکیل نے اپنے ایک سیلز مین کو طلب کر کے اسے ہدایات دیں اور امکان ظاہر کیا کہ ممکن ہے اسے واپس آنے میں کافی دیر لگ جائے۔ اس لئے کوئی ضروری بات ہو تو وہ اسے گھر پر فون کر لے۔ اس کے بعد اس نے ایک ملازم کو ان کا چھوٹا سا سوٹ کیس اپنی گاڑی تک پہنچانے کا حکم دیا جو مارکیٹ سے باہر مین روڈ پر پارک تھی۔ ملازم کے جانے کے بعد وہ شازیہ اور تنویر کے ساتھ دکان سے چل پڑا۔ سڑک پر پارکنگ لین میں اس کی خوب صورت کار کے پاس ملازم موجود تھا۔ اس نے سوٹ کیس ڈگی میں رکھ دیا تھا۔ شکیل نے اس سے گاڑی کی چابیاں لیں۔ تنویر اور شازیہ عقبی نشست پر بیٹھ گئے۔ شکیل نے انجن اسٹارٹ کیا اور ایک طرف چل دیا۔ تنویر اور شازیہ باہر کا نظارہ کرنے لگے۔

چند منٹ بعد شکیل نے ایک فور اسٹار ریسٹورنٹ کے باہر کار روکی اور ان دونوں کے ساتھ ریسٹورنٹ میں آ بیٹھا۔ کافی شاندار اور وسیع ریسٹورنٹ تھا۔ اس نے کئی ڈشیں منگوالیں۔ پرتکلف کھانے کے بعد وہ انہیں گاڑی میں بٹھا کر اپنے گھر کو چل دیا۔ تنویر کو اس نے چھ ماہ پہلے بھی خط میں بتا دیا تھا کہ اس نے شہر والا فلیٹ بیچ کر دہلی کے نواح میں ایک نئی آبادی میں گھر خرید لیا ہے۔ لیکن تنویر کے ذہن میں یہ بات نہیں رہی تھی۔ شہر کی پرہجوم سڑکوں سے گزرتے ہوئے جب وہ کھلے علاقے میں پہنچے تو تنویر کو حیرت ہوئی۔

"یار..... تم ہمیں سیر کرا رہے ہو یا گھر لے جا رہے ہو؟" اس نے شکیل سے پوچھا۔

"دونوں کام ایک ساتھ کر رہا ہوں پیارے....."

www.urdupalace.com

شکیل ہنس پڑا۔ ”ویسے ہم گھر ہی جا رہے ہیں۔“

”تم تو شاید مارکیٹ کے قریب ہی کسی فلیٹ میں رہتے تھے۔“ تنویر نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں..... لیکن اب نہیں۔ شاید تم بھول گئے ہو۔ میں نے تمہیں چھ ماہ پہلے اطلاع دے دی تھی کہ میں شہر سے باہر ایک بنگلہ خرید کر اس میں شفٹ ہو گیا ہوں۔“

اوہ۔ آئی سی!“ تنویر نے سر ہلایا۔ ”واقعی میرے ذہن میں نہیں رہا۔“

”شادی کے بعد کافی باتیں آدمی کے ذہن سے نکل جاتی ہیں۔“ شکیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور اس کا مطلب سمجھ کر شازیہ بھی مسکرا دی۔ مزید پندرہ منٹ کے سفر کے بعد وہ شکیل کے گھر پہنچ گئے بنگلہ چھوٹا مگر بہت خوب صورت تھا۔ گیٹ پر مسلح چوکیدار موجود تھا۔ اس نے گیٹ کھولا۔ شکیل کی بیوی حنا نے برآمدے میں آ کر مہمانوں کا استقبال کیا۔ وہ بہت خوب صورت تھی، شکیل نے شازیہ اور تنویر سے اس کا تعارف کرایا، پھر وہ ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ حنا نے ملازمہ کو چائے لانے کی ہدایت کر دی۔ چائے کے دوران میں ہی وہ دونوں کافی بے تکلف ہو گئیں۔ شازیہ اور تنویر کے لئے اس نے بیڈ روم سیٹ کر دیا تھا۔

”اچھا بھئی..... اب آپ لوگ آرام کریں۔ شام کو ملاقات ہو گی۔“ ایک گھنٹہ بعد شکیل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

وہ واپس دکان پر چلا گیا۔ حنا نے ان دونوں کو بیڈ روم میں پہنچا دیا تا کہ وہ سفر کی تھکان دور کر سکیں۔

☆.....☆.....☆

رات کا کھانا بہت ہی پر تکلف تھا۔ حنا نے کئی ڈشیں تیار کی تھیں۔ شکیل نے کھانے کے بعد ڈرائنگ روم میں تنویر سے کہا۔ ”تم لوگوں کا کیا پروگرام ہے ہنی مون کے سلسلے میں؟“

”کیا مطلب؟“ تنویر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”بھئی تم لوگ پاکستان سے یہاں ہنی مون منانے آئے ہو۔ اب ہنی مون یہاں گھر میں بیٹھ کر تو نہیں منایا جا سکتا۔“

شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”آخر ہنی مون کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ مثلاً سیر سپاٹا، خوب صورت مقامات پر جانا اور دوسری تفریحات، تم لوگ کہیں جانا پسند کرو گے؟“

”کیوں نہیں..... لیکن کیا تم ہمارا ساتھ دو گے۔“ تنویر نے کہا۔

”لاحول ولا..... ارے بھئی ہنی مون تم دونوں نے منانا ہے۔ ہم تو دو سال پہلے اس مرحلے سے گزر چکے ہیں۔“

شکیل کی بات سن کر حنا اور شازیہ بے اختیار ہنس دیں۔ تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”خیر تمہاری مرضی ہم پہلے تو دہلی کا لال قلعہ اور دوسرے مقامات دیکھیں گے پھر آگرہ جائیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔ کل اتوار ہے۔ میں فارغ ہوں گا۔“ شکیل نے سر ہلا دیا۔

”شکیل بھائی..... میں نے ہندوؤں کے رسم و رواج کے بارے میں کافی پڑھا ہے۔“ شازیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اور ہاں مجھے ستی کی رسم دیکھنے کا بہت شوق ہے جس میں مرنے والے کی بیوہ کو بھی شوہر کے ساتھ جلایا جاتا ہے۔“

”بھابھی..... یہ رسم اب شہروں میں تو ختم ہو چکی ہے البتہ دیہی علاقوں میں کٹر قسم کے ہندوؤں میں ابھی بھی یہ رسم جاری ہے۔ اس کے لئے ہمیں کسی گاؤں میں جانا پڑے گا۔“

”اچھا۔ تو پھر کل ہی ہمیں گاؤں لے چلیں..... کل تو آپ کی چھٹی ہے ناں۔“ شازیہ نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ تنویر نے سر ہلایا پھر شکیل سے بولا۔ ”بھئی میری بیگم بہت ایڈونچر پسند ہے۔ شادی سے پہلے اس نے ”دت بھارتی“ اور ”کرشن چندر“ کے ناول و افسانے پڑھے ہیں۔ یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ ہندو عورت شوہر کی محبت میں کیسے ستی ہوتی ہے۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن بھابھی کو انتظار کرنا پڑے گا۔“ شکیل نے مسکرا کر کہا۔

”انتظار۔“ شازیہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ ”کس کا انتظار۔“

www.urdupalace.com

"کسی کے مرنے اور بیوہ ہونے کا۔" شکیل ہنس پڑا۔ "ظاہر ہے ہماری فرمائش پر تو کوئی عورت ستی نہ ہوگی۔"

اس کے جواب میں سب ہنسنے لگے پر شکیل نے دوبارہ کہا۔ "بھابھی اگر آپ یہ رسم دیکھنا چاہتی ہیں تو میں آپ دونوں کو ایک گاؤں پہنچا دیتا ہوں۔ میرے ایک سابقہ ملازم کا وہاں گھر ہے۔ آپ کو وہاں دو تین دن رہنا پڑے گا۔ اس دوران میں ممکن ہے وہاں کسی کے مرنے پر ستی کی رسم ادا کی جائے۔ کیا خیال ہے؟"

"گڈ آئیڈیا..... ہمارے پاس ایک ماہ ہے۔" شازیہ نے خوش ہو کر کہا۔

"وہاں کوئی پرابلم تو نہیں ہوگی۔" تنویر نے پوچھا۔

"بالکل نہیں چھوٹا سا گاؤں ہے۔ سب لوگ شہر سے آنے والوں کی پیروں کی طرح عزت کرتے ہیں۔ رہائش کا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میرے سابقہ ملازم کرشن کا وہاں تین کمروں کا گھر ہے۔ جہاں وہ اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہے۔ چھ ماہ پہلے میں اس کی شادی پر وہاں گیا تھا۔ شادی کے لئے میں نے اسے معقول امداد بھی دی تھی۔ اس کی بیوی سیتا بہت خوب صورت ہنس مکھ ہے۔ اس کے ساتھ بھابھی کا اچھا وقت گزرے گا۔ گاؤں کے باہر مرگھٹ ہے۔ جہاں گاؤں والے اپنے مردے جلاتے ہیں۔"

"بہت خوب۔ صبح وہاں جائیں گے۔ اس وقت تو نیند آ رہی ہے۔" تنویر نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔

اور شازیہ کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ شازیہ سمجھ گئی کہ وہ بیڈ روم میں جانے کے لئے بے تاب ہے۔

☆.....☆.....☆

"کیا بات ہے..... کیا سوچ رہے ہو؟" شازیہ نے تنویر کو چھت کی طرف متوجہ پا کر آہستہ سے پوچھا۔

"کچھ نہیں....." تنویر نے چونکتے ہوئے کہا۔

"کچھ تو ہے..... جو سوچوں میں ڈوبے ہوئے ہو۔" شازیہ نے اس کے سینے کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں بتاؤ گے۔"

"بس یونہی..... ایک خیال آ گیا تھا۔" تنویر اس کی طرف کروٹ لیتے ہوئے مسکرایا۔

"کیسا خیال؟" شازیہ نے سوال کیا۔

"یہی کہ میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ مجھے تم جیسی حسن کی دیوی مل گئی۔"

"غلط۔" وہ آہستہ سے ہنسی۔ "دیوی تو مردہ ہوتی ہے۔ پتھر کی مورتی۔ جب کہ میں زندہ ہوں۔"

"ڈارلنگ میں چاہتا ہوں کہ ہم سارا وقت تفریح میں گزاریں..... اس لئے تم گاؤں میں چھاؤنی مت ڈالنا۔" چند لمحوں بعد تنویر نے اس سے کہا۔ "میں نے تمہاری خوشی کے لئے گاؤں جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ لیکن مجھے شہر کا ماحول اور روشنیاں پسند ہیں۔ اس لئے میں دو دن سے زیادہ وہاں نہیں رہ سکوں گا۔ بس یہ خیال ضرور رکھنا۔"

شازیہ نے مسکراتے ہوئے اسے یقین دلایا کہ وہ گاؤں میں زیادہ دن نہیں رہے گی۔

☆.....☆.....☆

دستک کی آواز سن کر شازیہ بیدار ہوگئی۔ اس نے دیوار گیر کلاک پر نظر ڈالی تو آٹھ بج رہے تھے۔ اس نے جلدی سے تنویر پر چادر ڈالی اور سلیپنگ گاؤن پہن کر دروازے کی طرف بڑھی۔ دروازہ کھولنے پر حنا دکھائی دی۔

"بہت گہری نیند سوتی ہو بھابھی۔" وہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ "تین بار دستک دے چکی ہوں۔"

"سوری.....؟" شازیہ بھی مسکرا دی۔ "دراصل نیند دیر سے آئی تھی۔"

"او پھر تو میں نے غلطی کی ہے تمہیں جگا کر۔ بھائی جان تو شاید اندر آتے ہی سو گئے ہوں گے۔"

"بہت شریر ہو حنا تم۔" شازیہ نے اس کا مطلب سمجھ کر اس کے رخسار پر چٹکی لی۔

"میں ناشتہ تیار کرنے لگی ہوں تم لوگ غسل سے فارغ ہو کر ڈائننگ روم میں آ جاؤ۔"

وہ یہ کہہ کر واپس چل دی۔ شازیہ مسکراتی ہوئی باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ غسل سے فارغ ہو کر اس نے تنویر کو جگایا پھر نو بجے کے قریب وہ دونوں ناشتے کی میز پر پہنچے تو حنا اور شکیل اس کے منتظر تھے۔ ناشتے کے دوران میں باتیں

www.urdupalace.com

ہوتی رہیں۔ پھر ساڑھے نو بجے شکیل انہیں اپنی کار میں لے کر چل دیا۔ حنا بھی ساتھ ساتھ تھی، لیکن اس کو شکیل کے ساتھ واپس آنا تھا۔ شکیل کے سابقہ ملازم کا گاؤں وہاں سے پچاس ساٹھ میل کے فاصلے پر تھا۔ جس میں پندرہ میل کچی سڑک کا سفر تھا۔ کچا راستہ ناہموار تھا۔ اس لئے شکیل احتیاط سے گاڑی چلا رہا تھا۔

پچاس میل کا فاصلہ مین روڈ پر ایک گھنٹے میں ہوا تھا لیکن کچے راستے پر پندرہ میل کرنے میں چالیس منٹ لگ گئے۔ آخر نہر کے پار انہیں اپنی منزل نظر آنے لگی۔ نہر کے پل سے گزر کر وہ پانچ منٹ میں گاؤں کے پاس پہنچ گئے، چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جن میں ساٹھ ستر کچے پکے گھر دکھائی دے رہے تھے۔ آبادی کی دوسری جانب ایک مندر نظر آ رہا تھا۔ گاؤں کے آس پاس کی زمین ناہموار تھی جس پر گھنے درختوں کی بہتات تھی۔ کہیں کہیں سرسبز کھیت بھی تھے اور اونچے نیچے ٹیلے بھی۔

کرشن کا گھر گاؤں کے ابتدائی حصے میں تھا۔ کچا راستہ اس گاؤں تک ہی تھا۔ چنانچہ شکیل نے راستے پر ہی گاڑی روک دی۔

اتنے میں گاؤں کے چند بچے گاڑی کے قریب آ گئے۔ شکیل نے ان میں ایک سے کہا۔

"بیٹے ذرا کرشن کمار کو تو بلاؤ..... ہم اس کے مہمان ہیں....."

لڑکا فوراً پلٹ کر گھروں کی طرف دوڑ گیا۔ تین چار منٹ بعد ایک نوجوان تیزی سے آتا دکھائی دیا۔ وہ شکیل اور تنویر سے عمر میں آٹھ دس سال کم ہی معلوم ہوتا تھا۔ مگر دبلا پتلا اور قد لمبا تھا۔

"کرشن آ رہا ہے۔" شکیل نے اس نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "حیرت ہے۔"

"حیرت کس بات پر۔" اس کے ساتھ بیٹھے تنویر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"اس کی صحت پر..... شادی سے پہلے یہ پہلوانوں کی طرح صحت مند اور موٹا تھا۔ لیکن اب کافی کمزور معلوم ہوتا ہے۔"

اتنے میں کرشن قریب آ پہنچا۔ شکیل اور تنویر کار سے نکل آئے تھے۔ کرشن نے ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔ شکیل اور تنویر نے باری باری اس سے ہاتھ ملایا۔ پھر شکیل اسے بتانے لگا کہ وہ اس سے ملنے اور گاؤں کی سیر کرنے آئے ہیں۔

کرشن ان کی آمد پر خوش ہو رہا تھا۔ وہ انہیں اپنے گھر لے آیا۔ اس کی بیوی سیتا کو دیکھ کر شازیہ اور حنا احساس کمتری محسوس کرنے لگیں۔ وہ ان دونوں سے کئی گنا خوب صورت اور متناسب الاعضا جسم رکھتی تھی۔ رنگ بھی گورا تھا۔ کرشن نے انہیں کمرے میں کرسیوں پر بٹھایا اور خود اپنی بیوی کے ساتھ ان کی خاطر تواضع میں مصروف ہو گیا۔ دوپہر کے پرتکلف کھانے سے فارغ ہو کر شکیل نے کرشن کو اپنی آمد کا مقصد بتایا کہ تنویر اور شازیہ گاؤں کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے لئے دو تین دن اس کے مہمان رہیں گے۔

"یہ تو ہماری خوش قسمتی ہو گی جناب۔" کرشن نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "ہم سے جو ہو سکا ان کی خدمت کریں گے۔"

شکیل نے کرشن کو یہ بتانے سے گریز کیا کہ تنویر اور شازیہ پاکستان سے آئے ہیں۔ تاکہ گاؤں والے تعصب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اس کے بجائے اس نے کرشن سے یہ کہا کہ تنویر اس کا کزن ہے اور دہلی میں اس کا بہت بڑا بزنس ہے۔ بعد میں اس نے تنہائی میں تنویر اور شازیہ کو ہدایت کی کہ وہ خود کو وہاں پاکستانی ظاہر نہ کریں۔

کرشن نے اپنے مکان کے بقیہ دو کمروں میں سے ایک کمرہ ان دونوں کے لئے سجا دیا۔ برابر کے کمرے میں وہ اور اس کی بیوی سوتے تھے۔ جبکہ دونوں کمروں کے درمیان ایک دروازہ تھا۔ جسے کرشن نے بند کر دیا تھا۔ چار بجے شکیل اور حنا نے واپس جانے کا ارادہ کیا اس نے کرشن سے کہا۔

"کرشن میں جا رہا ہوں۔ اپنے مہمانوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے دینا۔ جلدی میں تم لوگوں کے لئے کوئی تحفہ نہ لا سکا۔ نیر کھلو۔"

اس نے ایک ہزار روپے کا نوٹ کرشن کی طرف بڑھایا۔ لیکن کرشن نے لینے سے انکار کر دیا۔ پھر بھی شکیل نے زبردستی اس کی جیب میں ٹھونس دیا۔ چند منٹ بعد

www.urdupalace.com

دونوں رخصت ہو گئے۔ کرشن انہیں گاڑی تک چھوڑنے گیا۔ اس کی بیوی سیتا ایک چارپائی پر بیٹھی شازیہ اور تنویر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ تنویر بھی کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سیتا کا حسن اس کے ذہن میں ہلچل مچا رہا تھا۔

کرشن واپس آیا اور سیتا کے پاس بیٹھ گیا۔

"تم دونوں میں میاں بیوی کے علاوہ بھی کوئی رشتہ ہے؟" شازیہ نے کرشن سے پوچھا۔

"ہاں بیگم صاحبہ۔ یہ میرے ماموں کی بیٹی ہے۔" کرشن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ کیا وہ بھی اسی گاؤں میں رہتے ہیں؟"

"جی ہاں۔ وہ مندر میں رہتے ہیں۔" کرشن بولا۔ "ان کی سیتا کے سوا کوئی اولاد نہیں ہے اور بیوی دو سال پہلے مر گئی تھی۔ ہماری شادی کے بعد انہوں نے مندر میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ وہ مندر کے مہا پجاری ہیں۔"

"مندر کتنی دور ہے۔ میں اس کی سیر کرنا چاہتی ہوں۔" شازیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ضرور کریں۔ جب آپ کا دل چاہے بتا دیجئے گا۔ سیتا آپ کو وہاں لے جائے گی۔"

"تم کیا کام کرتے ہو کرشن؟" تنویر نے سوال کیا۔

"جی پہلے تو میں شہر میں شکیل صاحب کے پاس کام کرتا تھا لیکن اب گاؤں میں زمیندار کے پاس نوکری کرتا ہوں۔"

"کس قسم کی نوکری؟ کیا اس کی زمین پر کاشت کرتے ہو۔" تنویر نے چونکتے ہوئے کہا۔

"نہیں..... میں رات کے وقت اس کی بھینسوں، بکریوں کے باڑے کی رکھوالی کرتا ہوں۔ کیونکہ رات میں جنگل کی طرف سے بھیڑیے اس طرف آتے ہیں اور بھیڑ، بکریوں کو کھا جاتے ہیں۔ وہاں سے میں صبح سات آٹھ بجے گھر آ جاتا ہوں۔"

"تو کیا رات کو سیتا یہاں تنہا رہتی ہے۔" شازیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"جی ہاں..... یہ گاؤں ہے..... یہاں کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ ویسے بھی سیتا کی حفاظت اس کا باپ کرتا ہے۔"

کرشن کی بات سن کر تنویر کو بہت حیرت ہوئی۔

چند منٹ بعد شازیہ نے کرشن سے کہا۔ "کرشن میں ذرا مندر دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"کیا آپ نے پہلے کبھی مندر نہیں دیکھا دیدی۔" کرشن نے حیرت سے کہا۔

شازیہ نے تنویر کی طرف دیکھا۔ تنویر جلدی سے بولا۔ "دیکھا تو ہے۔ لیکن یہ شہری اور دیہی مندر میں فرق معلوم کرنا چاہتی ہے۔"

"ٹھیک ہے، چلئے میں آپ کو دکھاتا ہوں۔" کرشن بولا۔ "لیکن پوجا پاٹ صبح کے وقت ہوتی ہے وہاں۔"

"فی الحال، میں باہر سے دیکھوں گی۔" شازیہ نے مسکرا کر کہا۔ پھر تنویر سے بولی۔ "چلو تنویر۔"

"سیتا۔ تم مہمانوں کے لئے رات کے کھانے کی تیاری شروع کر دو۔" کرشن نے سیتا کو ہدایت کی۔

"ابھی سے۔" شازیہ حیرت سے بولی۔ "ہم لوگ تو رات نو بجے سے پہلے نہیں کھاتے۔"

کرشن نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے معلوم ہے دیدی۔ شہر والے نو دس بجے رات کا کھانا کھاتے ہیں لیکن گاؤں میں سورج ڈوبتے ہی لوگ کھانا کھا لیتے ہیں۔"

تنویر نے شازیہ سے کہا۔ "تم بھی اندھیرا ہونے سے پہلے واپس آ جانا۔"

"اوہ، تو کیا تم نہیں چل رہے ہمارے ساتھ۔" شازیہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"سوری ڈیئر..... میں کچھ تھکاوٹ محسوس کر رہا ہوں۔ اس سفر نے چولیں ہلا دی ہیں۔" تنویر نے مسکرا کر کہا۔

"تم جاؤ کرشن بہت مخلص آدمی ہے۔ یہ تمہارا خیال رکھے گا۔"

"ہاں دیدی، آپ کوئی فکر مت کریں۔" کرشن جلدی سے بولا۔ "یہاں میری بڑی عزت ہے۔ مندر کے پروہت کا بھانجا اور داماد ہونے کے سبب سارا گاؤں ہماری عزت کرتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں جو آپ کی طرف میلی نگاہ سے دیکھے۔ میرے ماموں کے جاہ و جلال سے سب

www.urdupalace.com

ڈرتے ہیں۔"

"اچھا۔ پھر تم آرام کرو۔ کوئی اسپرین وغیرہ لے لو۔ تا کہ شام تک ٹھیک ہو جاؤ۔" شازیہ نے تنویر سے کہا۔

پھر وہ کرشن کے ہمراہ باہر چلی گئی۔ سیتا سر جھکائے بیٹھی تھی۔ تنویر دانستہ شازیہ کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ وہ سیتا کے ملکوتی حسن سے آنکھیں ٹھنڈی کرنا چاہتا تھا۔ جس نے پہلی نظر میں ہی اس کے دل و دماغ کو جکڑ لیا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ سیتا کی طرف دوستی کا قدم بڑھائے تو اس کا کیا ردعمل ہوگا۔ سیتا نے چند لمحوں بعد سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور تنویر کی نگاہوں کا مرکز جان کر ایک لمحے کے لئے اس کا چہرہ گلنار ہو گیا اور وہ کھڑی ہو گئی۔

"کہاں جا رہی ہو سیتا؟" تنویر نے آہستہ سے اسے مخاطب کیا۔

"کہیں نہیں۔ بابو جی۔ کھانے کی تیاری کرتی ہوں۔" وہ سر جھکا کر بولی۔

"ابھی تو شام ہونے میں کافی دیر ہے۔ بیٹھو۔" تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کوئی کام ہے بابو جی۔ حکم کریں۔" وہ کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"کام تو کوئی نہیں ہے۔ لیکن تنہائی میں مجھے بوریت ہوتی ہے۔ چند منٹ بیٹھو۔ پھر چلی جانا۔"

سیتا کے گلابی ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری اور وہ دوبارہ چارپائی پر بیٹھ گئی۔ تنویر کی کرسی اس سے آٹھ دس فٹ کے فاصلے پر تھی اور اس کا رخ سیتا کی طرف ہی تھا۔

"کرشن کیسا ہے۔ کیا وہ تمہیں بہت چاہتا ہے۔" تنویر نے اس کے رخساروں پر نگاہیں جما کر پوچھا۔

"مجھے کیا پتا بابو جی۔" وہ شرما کر بولی۔ "یہاں تو ماں باپ جس سے بیاہ دیں گزارہ کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم اس سے زیادہ خوش نہیں ہو۔" تنویر نے کہا۔ "شاید اس لئے کہ وہ تمہیں بھرپور محبت نہیں دیتا۔"

"اسے اتنا وقت ہی نہیں ملتا بابو جی۔" وہ آہستہ سے بولی۔ "شادی کا پہلا مہینہ ٹھیک گزرا تھا۔ اس کے بعد اس نے زمیندار کی ملازمت شروع کر دی اب اس کی راتیں وہیں بسر ہوتی ہیں۔ صرف دن کے وقت وہ گھر پر ہوتا ہے۔ اس میں سے بھی وہ چھ سات گھنٹے سو کر گزار دیتا ہے۔ کچھ وقت وہ گاؤں کے دوستوں کے ساتھ یا اپنے ماں باپ کے گھر وقت گزار دیتا ہے۔ میرے لئے اس کے پاس دو تین گھنٹے ہی ہوتے ہیں۔"

اس کی بات سن کر تنویر کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ یقیناً سیتا مرد کی محبت کی پیاسی تھی اور کرشن سے اسے ضرورت کے مطابق محبت نہیں ملی تھی۔ اس صورت میں اس کی پیش قدمی سیتا کے لئے تسکین کا باعث بن سکتی تھی۔

"بڑے دکھ کی بات ہے سیتا....." اس نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ "کرشن کو تمہارے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے۔ اول تو اسے ایسی نوکری کرنی ہی نہیں چاہئے کہ تمہاری رات تنہائی میں گزرے اور اگر مجبوراً نوکری کر رہا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ سارا دن تمہارے پاس گزارے اور تمہیں بھرپور محبت دے۔ جو ہر عورت کا حق ہے تم کسی وقت اسے سمجھاؤ نا۔"

"میں اسے کیسے سمجھا سکتی ہوں بابو۔" سیتا کی آواز بھرا گئی۔ "اسے تو خود احساس کرنا چاہئے۔"

اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے رخساروں پر ڈھلک آئے۔ تنویر جلدی سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "اوہ۔ تم رو رہی ہو پگلی۔ شاید میری باتوں سے تمہیں دکھ پہنچا ہے۔" وہ سیتا کے قریب پہنچا اور اس کے پہلو میں بیٹھ کر اپنے ہاتھ سے اس کے شہابی رخساروں سے آنسو پونچھتے ہوئے بولا۔ "مجھے معاف کر دو سیتا۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے کاش میں تمہیں کرشن کی محبت دے سکتا۔"

اس کے رخساروں کو چھوتے ہوئے جذبات سے تنویر کی آواز بھاری ہو گئی۔ سیتا کے جسم پر بھی چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ تنویر کے ہاتھوں کے لمس سے اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں اور جسم لرزنے لگا تھا۔ اس نے تنویر کا ہاتھ ہٹانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تنویر نے دوسرا ہاتھ اس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے دکھ کو سمجھتا ہوں سیتا، مجھے حیرت

www.urdupalace.com

ہے کہ کرشن کو تمہاری ذرا بھی پرواہ نہیں، کیا وہ اتنا ہی نادان ہے۔"

"نہیں بابو جی۔" سیتا لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ "اچھا خاصا سمجھدار ہے۔"

"پھر وہ تمہاری قدر کیوں نہیں کرتا۔" تنویر نے اس کا چہرہ اوپر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا جو سرخ ہوتی جا رہی تھیں۔ "کیا اسے تمہارے کشمیری سیبوں جیسے رخسار اچھے نہیں لگتے۔ کیا وہ گلابی ہونٹوں کو پسند نہیں کرتا۔"

وہ سسک کر اس کے سینے سے آ لگی۔ "یہ..... یہ..... آپ کیا کہہ رہے ہیں بابو جی؟"

"ہاں سیتا۔ میں درست کہہ رہا ہوں۔" تنویر اسے سمیٹتے ہوئے بولا۔ "شاید اسے تمہاری قدر و قیمت کا احساس نہیں۔ حالانکہ تم میری بیوی کو دیکھ چکی ہو کہ وہ کتنی بھرپور ہے۔ اس کے باوجود میں محسوس کرتا ہوں کہ تمہاری ان گلاب کی پنکھڑیوں میں زیادہ لذت و خوشبو ہے۔ جس نے مجھے دیوانہ کر دیا ہے۔"

☆.....☆.....☆

وہ آبادی سے نکل آئے۔ تقریباً دو سو قدم کے فاصلے پر مندر کی قدیم عمارت نظر آ رہی تھی۔ مندر کے بائیں جانب بلند ٹیلے تھے۔ گاؤں والوں نے شازیہ کو حیرت سے دیکھا لیکن کسی نے کرشن سے اس کے متعلق پوچھنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ وہاں سے ایک راستہ مندر کی طرف جاتا تھا۔ جس کے دونوں طرف گھنے اور بلند درخت تھے۔ کرشن اسی راستے پر ہو لیا۔ شازیہ اس سے دو قدم پیچھے چل رہی تھی۔ گھنے درختوں کے سبب وہاں سے مندر کی عمارت نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

"کرشن یہاں مرگھٹ بھی ہے جہاں تم لوگ مرنے والے کی چتا جلاتے ہو.....؟" شازیہ نے کرشن کو مخاطب کیا۔

"ہاں دیدی۔ وہ تو ہر گاؤں میں ہوتا ہے۔ مندر کے بائیں جانب جو ٹیلے ہیں وہی مرگھٹ ہے۔" وہ رکے بغیر بولا۔

"اچھا۔ کیا ان ٹیلوں پر مردے جلائے جاتے ہیں۔" شازیہ نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

وہ باتیں کرتے ہوئے چند منٹ بعد مندر کے قریب جا پہنچے۔ مندر کے آس پاس اس وقت کوئی نہ تھا۔ مندر کا دروازہ بھی بند نظر آ رہا تھا۔ مندر کی عمارت بہت پرانی معلوم ہوتی تھی۔ شازیہ نے اس کے گرد گھوم کر جائزہ لیا۔ پھر وہ دونوں مندر کے دروازے کے قریب پہنچے ہی تھے کہ دروازہ کھلا اور ایک بوڑھا آدمی باہر نکل آیا۔ اس کی عمر ساٹھ برس سے کم نہیں تھی۔ لیکن وہ بہت صحت مند اور توانا دکھائی دیتا تھا۔ حلیے سے وہ مندر کا پروہت معلوم ہوتا تھا۔ اس نے شازیہ کی طرف دیکھا۔ کرشن نے جلدی سے ہاتھ باندھ کر اسے پرنام کیا۔ "نمستے ماما۔"

"نمستے کرشن بیٹا۔ یہ لڑکی کون ہے؟" اس نے سلام کا جواب دے کر شازیہ کی طرف غور سے دیکھا۔

شازیہ سمجھ گئی کہ وہ بوڑھا سیتا کا باپ اور کرشن کا ماموں ہے۔ کرشن نے مختصراً شازیہ اور تنویر کے بارے میں اسے بتایا۔

"اچھا پھر تو یہ ہم سب کے مہمان ہوئے۔" کرشن کا ماموں مسکراتے ہوئے بولا اور اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

شازیہ کو اس کی آنکھوں سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ اس بوڑھے کی آنکھوں میں سرخی نمایاں تھی۔ بھنوؤں اور پلکوں سے محروم اس کی آنکھوں میں عجیب سی درندگی محسوس ہوتی تھی۔ مغرب کی طرف جھکتے ہوئے سورج کی روشنی میں اس کا گنجا سر چمک رہا تھا۔ جبکہ سر کے ایک جانب بالوں کی لٹ ہوا سے لہرا رہی تھی۔ اس نے صرف ایک دھوتی باندھ رکھی تھی۔ توند قدرے نکلی ہوئی اور سینہ بالوں سے پاک تھا۔ گلے میں موٹے منکوں والا مالا اور کانوں میں بالے تھے۔

"ان کی کوئی خاطر تواضع بھی کی ہے یا نہیں۔" بوڑھے پروہت نے شازیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کرشن سے پوچھا۔

"جی ہاں۔ انہیں مندر دیکھنے کا شوق تھا۔ اس لئے انہیں یہاں لایا ہوں۔"

"تو اسے اندر لے آؤ بیٹا، باہر کیوں کھڑے ہو۔" پروہت نے ہنس کر کہا۔

"نہیں جی۔" شازیہ نے جلدی سے کہا۔ "میں صبح

www.urdupalace.com

پھر آؤں گی اور پوجا پاٹ بھی دیکھوں گی۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔ ویسے پوجا پاٹ رات کے وقت بھی ہوتی ہے۔ آنا چاہو تو آٹھ بجے کے بعد سیتا یا کرشن کے ساتھ آجانا۔" پروہت نے نرم لہجے میں کہا۔ "بلکہ آج رات آنے کی میری طرف سے دعوت سمجھو۔ آج رات یہاں خاص پوجا ہوگی۔ تمہیں بہت شانتی ملے گی۔"

یہ کہہ کر وہ پلٹا اور مندر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ شازیہ انکار کرنا چاہتی تھی لیکن نہ جانے کیوں وہ اس کی جرأت نہ کر پائی تھی۔ اس نے کرشن سے پوچھا۔ "تمہارے ماموں کا کیا نام ہے؟"

"شنکر لال۔" گاؤں والے انہیں پنڈت شنکر کہتے ہیں۔ بہت گیان دھیان والے اور پراسرار علوم کے ماہر ہیں۔" کرشن نے کہا۔ "آپ کی خوش قسمتی ہے کہ انہوں نے آپ کو خاص پوجا دیکھنے کی دعوت دی ہے۔ مجھے اور سیتا کو انہوں نے کبھی دعوت نہیں دی۔"

شازیہ نے مرگھٹ دیکھنے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے کرشن کو واپس چلنے کے لئے کہا۔ اس کے ذہن پر عجیب سا خوف طاری ہو چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

اچانک دروازے پر دستک ہوئی اور تنویر کرسی پر آ بیٹھا۔ سیتا نے ہانپتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کمرے سے نکل گئی۔ تنویر اپنے بھڑکے ہوئے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ دستک دینے والا گاؤں کے لوگوں میں سے کوئی ہو سکتا ہے کیونکہ شازیہ اور کرشن اتنی جلدی واپس نہیں آ سکتے۔ چند لمحوں بعد سیتا ایک بڑھیا کے ساتھ اندر آئی۔

"بابو جی۔ یہ کرشن کی ماتا ہیں۔" اس نے تنویر کی طرف دیکھ کر کہا۔

تنویر نے اخلاقاً اٹھ کر بڑھیا کو سلام کیا۔ بڑھیا نے اسے دعا دی۔ پھر سیتا سے بولی۔ "کرشن کہاں ہے؟"

"وہ بابو جی کی بیگم کو مندر دکھانے گیا ہوا ہے ماتا جی۔" سیتا نے بتایا۔ "کیا کوئی ضروری کام تھا؟"

"نہیں تو۔ مجھے پتہ چلا تھا کہ شہر سے اس کے مہمان آئے ہیں گاڑی میں۔ مگر میں نے تو سنا تھا کہ وہ چار ہیں۔"

"ہاں۔ کرشن شادی سے پہلے جس دکان پر شہر میں کام کرتا تھا اس کا مالک اور اس کی بیگم آئے تھے لیکن وہ کچھ دیر پہلے چلے گئے۔ یہ بابو اور ان کی بیگم چند دن ہمارے مہمان رہیں گے۔ ان کی نئی نئی شادی ہوئی ہے اور انہیں گاؤں دیکھنے کا بہت شوق ہے۔"

"اچھا اچھا۔ میں سمجھ گئی۔" بڑھیا نے سر ہلایا۔ "مہمانوں کی سیوا کرنے سے بھگوان خوش ہوتا ہے۔ کسی چیز کی ضرورت پڑے تو لے آنا۔"

"بہت بہتر ماتا جی۔" سیتا نے سر ہلا کر کہا۔

تنویر نے اس کے لہجے میں اکتاہٹ محسوس کی تھی شاید اسے بڑھیا کی آمد ناگوار گزری تھی اور وہ اس سے جلد پیچھا چھڑانا چاہتی تھی۔

"بیٹا تم مندر دیکھنے نہیں گئے، اپنی بیگم کو اکیلا ہی کرشن کے ساتھ بھیج دیا۔" اچانک بڑھیا نے تنویر کو مخاطب کر لیا۔ تنویر نے دیکھا کہ اس کے سوال پر سیتا کے چہرے پر ناگواری کی شکنیں پیدا ہو گئی تھیں۔ وہ تنویر سے پہلے ہی بول پڑی۔

"ماتا جی۔ وہ اکیلی گئی ہیں تو کرشن انہیں کھا نہیں جائے گا۔ بابو جی کے سر میں درد تھا اس لئے آرام کر رہے ہیں۔"

"ارے۔ میں تو اس لئے پوچھ رہی تھی کہ شہر والے اپنی عزت کے معاملے میں دوسروں پر اعتبار نہیں کرتے۔" بڑھیا نے ہنس کر کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ماسی۔" تنویر نے جلدی سے کہا۔ "ہمیں کرشن پر اعتبار نہ ہوتا تو ہم یہاں نہ آتے۔"

"اچھا ماتا جی..... میں تو رات کے کھانے پکانے میں لگ رہی ہوں۔ آپ نے بیٹھنا ہو تو بیٹھیں۔" سیتا نے منہ بنا کر کہا۔

"نہیں۔ میں بھی چلتی ہوں..... صبح آؤں گی ان کی بیگم سے ملنے۔" بڑھیا نے مڑتے ہوئے کہا۔

اور کمرے سے باہر چلی گئی۔ سیتا بھی باہر گئی اور تنویر بے تابی سے اس کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگا۔ پیار کا

www.urdupalace.com

سلسلہ دوبارہ شروع کرنے کے لئے۔ چند لمحوں بعد ہی وہ اندر آئی اور تنویر نے دونوں بازو پھیلا دیئے۔ لیکن وہ قریب آنے کے بجائے دروازے کے پاس ہی رک گئی۔

"کرشن اور بیگم صاحبہ واپس آ رہے ہیں بابو جی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "اس لئے اب میں کام کرنے لگی ہوں۔"

"اوہ۔ کیا تم نے انہیں دیکھا ہے۔" تنویر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ میں نے دیوار پر لگی سیڑھی پر چڑھ کر دیکھا تو وہ دونوں مندر کی طرف سے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ایک دو منٹ میں پہنچ جائیں گے۔"

"پھر۔ تم سے دوبارہ کب ملاقات ہوگی۔" تنویر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"رات کو جب بھی آپ کو فرصت ملے۔" وہ قدرے شوخی سے بولی۔ "میں اپنے دروازے کی کنڈی نہیں لگاؤں گی۔"

"اندھیرے میں کہیں تم ڈر نہ جاؤ۔" تنویر نے خدشہ ظاہر کیا۔ "کیا تم چراغ بجھا کر سوتی ہو۔"

"نہیں۔ لیکن آج بجھا دوں گی۔ تاکہ آپ کی بیگم آپ کو میرے کمرے میں نہ دیکھ سکے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن سو مت جانا۔ کیونکہ سونے میں جاگنے پر کہیں تم....."

"میں جاگتی رہوں گی ساری رات۔ آپ کا انتظار کروں گی۔" اس نے تنویر کی طرف پیاسی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اس کے جواب پر تنویر کو بہت خوشی ہوئی۔ وہ چلی گئی اور تنویر آنے والے حسین لمحات کے تصور میں کھو گیا۔ چند لمحوں بعد باہر سے قدموں کی آہٹیں ابھرنے لگیں تو اس نے جلدی سے جسم ڈھیلا چھوڑتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔

شازیہ نے اندر آ کر تنویر کی طرف دیکھا اور چونکتے ہوئے بولی۔ "اوہ کرسی پر ہی سو گئے۔"

تنویر نے آہستہ سے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔ "تم کب آئیں؟"

"ابھی....." وہ مسکراتی ہوئی اس کے پاس دوسری کرسی پر آ بیٹھی۔ "کیا اسپرین کھائی تھی؟"

"نہیں۔ بس بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی تھی۔ مندر دیکھ آئیں؟"

"ہاں۔ لیکن باہر سے ہی دیکھا ہے۔ وہاں سیتا کے باپ شنکر لال سے بھی ملاقات ہوئی ہے۔ اس نے آج رات مندر میں پوجا پاٹ دیکھنے کی دعوت دی ہے۔ کیا خیال ہے؟"

"رات کو کون سی پوجا پاٹ ہوتی ہے۔" تنویر نے حیرت سے پوچھا۔

"کوئی خاص قسم کی پوجا ہے۔ تم بھی چلنا لطف رہے گا۔" شازیہ نے کہا۔

"نہیں شازی، رات کے وقت وہاں جانا مناسب نہیں ہے۔ یوں بھی ہم مسلمان ہیں اور ہمارا وہاں جانا ضروری نہیں ہے۔ تم اگر محض دلچسپی کی خاطر ان کی پوجا پاٹ دیکھنا چاہتی ہو تو یہ کام صبح کے وقت بھی ہو سکتا ہے۔"

"لیکن اس نے دعوت دی ہے ڈیئر اور میں انکار نہیں کر سکی۔ آخر ہم اس کی بیٹی کے گھر میں ٹھہرے ہوئے ہیں تمہیں معلوم ہے کہ مجھے پراسرار علوم سے بہت دلچسپی ہے اور کرشن بتا رہا تھا کہ شنکر لال پراسرار علوم کا ماہر ہے۔ اس نے دعوت دے کر ہماری عزت افزائی کی ہے۔ کیونکہ ہم اس کے داماد کے مہمان ہیں۔"

اتنے میں کرشن اندر آیا اور تنویر سے بولا۔ "اب کیسی طبیعت ہے بابو جی۔ کہیں تو حکیم جی سے کوئی دوا دارو لے آؤں۔"

"نہیں یار دوا کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بیٹھو۔" تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کرشن چارپائی پر جا بیٹھا۔ تنویر نے دوبارہ کہا۔ "سنا ہے تمہارے ماموں نے آج رات مندر میں پوجا دیکھنے کی دعوت دی ہے۔ پوجا کس قسم کی ہوتی ہے۔ کیا سارے گاؤں والے اس میں شرکت کرتے ہیں۔"

"نہیں بابو جی۔ سارے تو نہیں البتہ صرف وہی جاتے ہیں جنہیں ماموں بلاتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر

www.urdupalace.com

نوجوان مرد عورتیں ہوتی ہیں۔ پندرہ بیس سے پچیس برس کے عمر والے، لیکن یہ پوجا ہفتے میں صرف ایک رات ہوتی ہے۔ اس میں دیوتا مستقبل کی باتیں بتاتے ہیں اور نصیحت دیتے ہیں، آسمان سے بھگوان اپنے اوتار کو اتارتا ہے اور وہ پجاریوں کے من کی آشا پوری کرتے ہیں۔"

"اچھا۔" تنویر حیران رہ گیا۔ "تم نے بھی ان اوتاروں کو دیکھا ہوگا۔"

"یہ میری بدقسمتی ہے کہ ماموں نے مجھے کبھی اس پوجا میں نہیں بلایا نہ مجھے اور نہ ہی سیتا کو۔"

"اوہ۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟" شازیہ نے حیرت سے پوچھا۔

کرشن نے مسکرا کر کہا۔ "ماموں کہتے ہیں کہ بھگوان کی طرف سے اجازت نہیں کہ مندر کا پروہت اپنے خونی رشتے داروں کو اس پوجا کے لئے بلائے کیونکہ بھگوان کو اقربا پروری پسند نہیں ہے۔"

"ہوں..... تم نے خود کبھی وہاں جانے کی کوشش نہیں کی.....؟" تنویر نے اس کی بات سمجھتے ہوئے سر کو جنبش دی۔

"نہیں۔ مندر کے پروہت کی دعوت کے بغیر کوئی اس پوجا میں شرکت نہیں کر سکتا۔ کوئی ایسا کرنے کی جرأت کرے تو دیوتا کا اس پر قہر نازل ہوتا ہے اور وہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر مر جاتا ہے۔" کرشن نے بتایا۔

"عجیب بات ہے۔" تنویر بڑبڑایا۔ "اس نے تو مجھے بھی دعوت نہیں دی۔ پھر میں اپنی بیگم کے ہمراہ وہاں کیسے جا سکتا ہوں۔"

"تو آپ مت جائیں۔ یا بیگم صاحبہ کو چھوڑ کر واپس آ جائیں۔ مجھے کام پر نہ جانا ہوتا تو میں خود مندر چھوڑ آتا انہیں۔"

اس کے کام پر جانے کی بات سن کر تنویر کو یاد آ گیا کہ آج رات اپنے کمرے میں سیتا تنہا ہوگی اور اس کا انتظار کرے گی۔ یہ خیال آتے ہی اس نے فیصلہ کیا کہ کیا وہ شازیہ کو مندر تک چھوڑ کر واپس آ جائے گا اور سیتا کی تنہائی دور کرنے میں مصروف ہو جائے گا۔

شام ہوتے ہی آسمان پر بادل گھر آئے اور سردی میں اضافہ ہونے لگا۔ شازیہ اور تنویر دوسرے کمرے میں آ بیٹھے تھے۔ جہاں مٹی کے تیل والا لیمپ جلا دیا گیا تھا۔ لیمپ کی چمنی کرشن نے خود صاف کی تھی اور اس کی اچھی خاصی روشنی تھی۔ ان کے سونے کے لئے وہاں ایک بڑا پلنگ بچھایا گیا تھا جو کافی کشادہ تھا۔ بستر کی چادر اور ریشمی لحاف نئے معلوم ہوتے ہیں تکیے کے غلاف بھی اجلے تھے۔

چند منٹ بعد کرشن اندر آیا۔ "بابو جی۔ کھانا تیار ہے۔ لے آؤں۔"

"ہاں۔ لے آؤ۔" تنویر کے بجائے شازیہ نے جواب دیا۔

"اتنی جلدی.....؟" تنویر بولا۔ "ابھی تو آٹھ بھی نہیں بجے۔"

"ٹھنڈا ہو جائے گا اور بے چاری کو دوبارہ گرم کرنا پڑے گا۔" شازیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "پھر مندر بھی جانا ہے۔"

"اگر آپ لوگ دیر سے کھانا چاہیں تو سیتا گرم کر دے گی۔ میں تو اب کام پر جا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے لے آؤ۔" تنویر بولا۔ "صبح کس وقت آتے ہو۔"

"میں وہاں سے سات بجے چل پڑتا ہوں۔ آدھے گھنٹے کا سفر ہے۔ دن کا اجالا پھیل چکا ہوتا ہے۔ اس وقت۔" یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ دوسرے کمرے سے میز اٹھا لایا اور پلنگ کے آگے رکھ دی۔ اتنے میں سیتا کھانا لے آئی۔ اس نے کن انکھیوں سے تنویر کی طرف دیکھتے ہوئے میز پر کھانا سجایا اور چلی گئی۔ شازیہ کی وجہ سے تنویر نے اس کی طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا۔ کرشن پانی کا جگ اور گلاس میز پر رکھ کر چلا گیا اور وہ کھانا کھانے لگے۔ کھانے سے فارغ ہو کر شازیہ نے سیتا کو آواز دی۔ وہ آئی تو شازیہ نے کہا۔ "یہ برتن لے جاؤ سیتا، کیا کرشن چلا گیا؟"

"ہاں۔ بیگم صاحبہ وہ کھانا کھا کر جا چکا ہے۔" وہ برتن اٹھاتے ہوئے بولی۔ "چائے بناؤں آپ کے لئے؟"

www.urdupalace.com

"رہنے دو، ہم چائے کے عادی نہیں۔ صبح پئیں گے۔" شازیہ نے مسکرا کر کہا۔

اور وہ برتن لے کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد شازیہ نے تنویر سے کہا۔ "اب چلنا چاہئے۔ نو بجنے والے ہیں۔"

تنویر نے گھڑی پر وقت دیکھا اور اٹھ گیا۔ شازیہ نے اپنی گرم شال کندھوں پر ڈالی اور تنویر کے ساتھ باہر آ گئی۔

ملحقہ کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ سیتا چارپائی پر لیٹی جاگ رہی تھی۔ شازیہ نے دروازے پر رک کر کہا۔

"سیتا۔ ہم مندر جا رہے ہیں۔ باہر کا دروازہ بند کر لو۔"

"اچھا بیگم صاحبہ۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "کیا بابو جی بھی مندر میں جائیں گے؟"

"نہیں۔ یہ باہر رہیں گے۔ پوجا ختم ہونے پر ہم دونوں....."

"مگر پوجا تو دو تین گھنٹے جاری رہے گی۔ بیگم صاحبہ۔" سیتا نے اس کی بات قطع کرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر یہ مجھے وہاں پہنچا کر واپس آ جائیں گے۔" شازیہ نے سوچتے ہوئے کہا۔ "میں دوسرے لوگوں کے ہمراہ آ جاؤں گی۔"

"نہیں شازی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تین گھنٹے کی تو بات ہے۔ میں مندر کے باہر تمہارا انتظار کروں گا۔" تنویر نے جلدی سے کہا۔

"مجھے بھی تم سے یہی توقع ہے ڈیئر۔" شازیہ نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"کرشن کے گھر سے نکل کر وہ مندر کی طرف روانہ ہوئے تو بادلوں کی اوٹ سے چودھویں شب کا چاند نکل آیا تھا۔ وہ آبادی سے نکلے تو چند افراد مندر کی طرف جاتے دکھائی دیئے۔ چند لمحوں بعد چاند پھر بادلوں میں چھپ گیا۔ لیکن اندھیرا گیا نہیں تھا۔

"تنویر سردی کافی ہے۔" شازیہ نے اپنی شال اچھی طرح لپیٹتے ہوئے کہا۔ "یوں کرنا کہ تم مجھے وہاں چھوڑ کر واپس آ جانا۔ پھر دو ڈھائی گھنٹے بعد مجھے لینے آ جانا۔ اتنی دیر سردی میں وہاں کھڑے رہنا درست نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر تمہاری خواہش ہے تو یونہی سہی۔ میں تو حکم کا غلام ہوں۔" تنویر نے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

دونوں مندر کے سامنے جب پہنچے تو مندر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ شازیہ تنویر کو خدا حافظ کہہ کر مندر میں چلی گئی۔

تنویر واپس گاؤں کی طرف چلا لیکن ابھی پندرہ بیس قدم ہی چلا تھا کہ بادل زور سے گرجا اور بارش ہونے لگی۔ تنویر تیزی سے قدم اٹھانے لگا تاکہ بارش تیز ہونے سے پہلے کرشن کے گھر پہنچ جائے۔ جہاں سیتا اس کا بے تابی سے انتظار کر رہی ہوگی۔ لیکن بارش میں شدت آ گئی اور اس کا لباس بری طرح بھیگ گیا۔ کچے راستے پر کیچڑ ہوتا جا رہا تھا اور پھسلنے کا اندیشہ تھا اس لئے وہ احتیاط سے قدم اٹھانے لگا۔ اسی لمحے بجلی کڑکی اور بارش میں مزید تیزی آنے لگی۔

تنویر کو مجبوراً رکنا پڑا۔ کچے راستے پر مٹی کے سبب پانی جمع ہونے لگا۔ اس کا لباس پانی سے تر ہو چکا تھا۔ اور وہ کافی سردی محسوس کر رہا تھا۔ بارش کی براہ راست بوچھاڑ سے بچنے کے لئے وہ ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بارش رکنے کا انتظار کرنے لگا۔ گہرے سیاہ بادلوں کے سبب کافی تاریکی پھیل گئی تھی۔ سڑک کے دونوں اطراف گنجان درختوں کی وجہ سے وہاں اتنا اندھیرا تھا کہ چند فٹ تک بھی دیکھنا دشوار تھا۔

"بابو جی، آپ نے کہاں جانا ہے۔" اچانک ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

اور تنویر بے ساختہ اچھل پڑا۔ اس نے آواز کی سمت پلٹ کر دیکھا تو دوسرے درخت کے نیچے ایک انسانی ہیولا دکھائی دیا۔ اسے دیکھ کر تنویر کے ذہن پر خوف سوار ہو گیا۔ نجانے وہ عورت وہاں کب پہنچی تھی۔

"کک۔ کون ہو تم؟" اس نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"ایک کنواری بیوہ۔" اس ہیولے کی طرف سے آواز آئی۔

"کنواری بیوہ۔" وہ حیرت سے بولی۔ "کیا مطلب کنواری کیسے بیوہ ہو سکتی ہے؟"

www.urdupalace.com

"ایسی بیوہ جس کا شوہر شادی سے پہلے مر جائے وہ عورت بننے سے پہلے بیوہ ہو جائے۔"

"عجیب بات ہے۔" تنویر بڑبڑایا۔ "اب کیا تم بوڑھی ہو چکی ہو؟"

"نہیں بابو۔ ابھی تو پندرہ سال بھی پورے نہیں ہوئے۔" اس کی آواز کچھ قریب آ گئی۔

"لیکن تم بارش میں یہاں کیا کر رہی ہو؟" اس نے اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"مندر پوجا کے لئے جا رہی تھی کہ بارش نے آلیا۔" اس نے جواب میں ہنس کر کہا۔

اس کی ہنسی بہت مترنم تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی نے ستار کے تاروں کو چھیڑ دیا ہو۔ تنویر کو وہ ہنسی بہت پیاری لگی۔

"کہو تو میں مندر چھوڑ آؤں۔" تنویر نے پیشکش کی۔

"اب وہاں جانا بیکار ہے۔ دروازہ بند ہو چکا ہوگا۔" وہ کچھ اور قریب آ گئی۔ "سردی بھی لگ رہی ہے۔ شاید بخار چڑھ رہا ہے مجھے۔ کیا تمہیں نبض دیکھنا آتا ہے بابو؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں....." تنویر نے تیزی سے کہا۔

"ذرا دیکھنا میرا ہاتھ۔ بخار ہے یا نہیں۔" اس کے لہجے میں شوخی تھی۔ "دیکھتی ہوں تم کتنے بڑے حکیم جی ہو۔"

اسی لمحے آسمان پر بجلی چمکی اور اس کی چمک میں تنویر کو ایک لمحے کے لئے وہ نظر آ گئی۔ اس کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ وہ لڑکی سرتاپا قیامت تھی۔

"بابو ہاتھ دیکھو نا۔" تاریکی میں اس حسن کے مجسمے کی دلکش آواز ابھری۔

اور تنویر نے بے اختیار ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی پکڑ لی مگر اسے چھوتے ہی اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے پورے بدن میں برقی رو دوڑ گئی ہو۔ لڑکی کا ہاتھ بے حد ملائم اور گداز مگر برف کی طرح یخ بستہ تھا۔

"نہیں بخار تو نہیں ہے۔" اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا۔ "حرارت بالکل نہیں ہے۔"

"مگر میرا جسم تو جل رہا ہے بابو۔ سردی بھی لگ رہی ہے۔" وہ ہاتھ چھڑائے بغیر بولی۔ "میں گھر کیسے جا سکوں گی؟"

"تمہارا نام کیا ہے۔ گاؤں میں کس طرف تمہارا گھر ہے؟" تنویر نے آہستہ سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے پوچھا۔

"نام تو میرا رانی ہے لیکن گھر گاؤں میں نہیں ادھر مرگھٹ کی طرف ہے۔" وہ بولی۔

"رانی۔ بہت پیارا نام ہے۔" وہ بولا تو جذبات سے اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ "وہاں تمہارے ماں باپ ہیں....."

"نہیں۔ وہ گاؤں میں رہتے ہیں۔ کنواری بیوہ کو گاؤں سے باہر رہنا پڑتا ہے۔ بالکل تنہا، کیا تم مجھے میرے گھر پہنچا سکتے ہو بابو؟"

رانی کی بات سن کر تنویر کو بے حد خوشی ہوئی، وہ تنہا رہتی تھی اور اسے پیشکش کر رہی تھی۔ اس صورت میں وہ کیسے انکار کر سکتا تھا۔

"کیوں نہیں۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "لیکن میں راستہ نہیں جانتا..... بارش بھی ہو رہی ہے۔"

"بارش نہ جانے کب رکے۔ تم میرا ہاتھ پکڑے رہو۔ آؤ۔" رانی نے کہا۔

اور اسی راستے کے دوسری جانب بڑھی۔ تنویر کے قدم بھی خود بخود اٹھ گئے۔

وہ ایک بلند ٹیلے کے سامنے پہنچ چکے تھے۔ جو کافی پھیلا ہوا تھا اور اس میں کسی غار کے دہانے کی طرح ایک بڑا سوراخ دکھائی دے رہا تھا۔ رانی اس غار کی طرف بڑھ رہی تھی۔ تنویر کو عجیب سا محسوس ہوا اور اس نے قدم روک لئے۔

"کیا تم اس غار میں رہتی ہو؟" اس نے رانی کی طرف دیکھ کر سوال کیا۔

"مجبوری ہے۔" چاند کی روشنی میں اس کے خوب صورت لبوں پر مسکراہٹ دکھائی دی۔ "لیکن اندر سے یہ بہت آرام دہ ہے۔"

"اچھا اب میں چلتا ہوں....." تنویر کو ایک بار پھر خوف محسوس ہونے لگا۔

www.urdupalace.com

"کیوں بابو..... کیا میرا گھر نہیں دیکھو گے۔" وہ اٹھلا کر بولی۔ "تم نے مجھ پر اتنا بڑا احسان کیا ہے کیا مجھے خدمت کا موقع نہیں دو گے۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے تنویر کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس سے نگاہیں ملتے ہی تنویر کے ذہن پر عجیب سا خمار طاری ہونے لگا۔ لیکن اسی لمحے چاند پھر بادلوں میں چھپ گیا۔ وہ اس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی۔ "آؤ بابو۔ میں تمہارے احسان کا بدلہ چکانا چاہتی ہوں۔"

تنویر انکار نہ کر سکا وہ اس کے ساتھ نیم تاریک غار میں داخل ہوا ہی تھا کہ اچانک اس کے نتھنوں سے عجیب سی بدبو ٹکرائی۔ اسے یوں لگا جیسے وہاں گوشت جلنے کی سڑانڈ پھیلی ہوئی ہو۔ غار میں باہر کی نسبت زیادہ تاریکی تھی۔ وہ دو قدم چل کر رک گیا۔ سڑانڈ اور بدبو سے اس کا ذہن پراگندہ ہونے لگا۔

"بابو۔" وہ تاریکی میں اس کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے ہوئے بولا۔ "رک کیوں گئے، آگے قدم بڑھاؤ نا۔" اور اسی لمحے غار ایک خوفناک چیخ سے گونج اٹھی۔

☆.....☆.....☆

شازیہ کے اندر داخل ہوتے ہی مندر کا دروازہ بند ہو گیا۔ شازیہ نے پلٹ کر دیکھا تو دروازے کے پاس ایک آدمی کھڑا تھا۔ حلیئے سے وہ مندر کا کوئی پجاری دکھائی دیتا تھا۔ اس نے شازیہ سے کہا۔ "شازیہ دیوی۔ میرے ساتھ آؤ۔ پنڈت شنکر لال تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ تمہاری وجہ سے ابھی تک پوجا پاٹ شروع نہیں ہوئی۔"

شازیہ اس پجاری کے پیچھے چل دی۔ وہ ایک راہداری میں داخل ہوا اور بائیں جانب واقع ایک دروازے پر رک گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور شازیہ سے بولا۔ "اندر چلی جاؤ۔ پنڈت شنکر کے پاس پہنچ جاؤ گی۔"

دروازے کی دوسری طرف نیم تاریکی تھی۔ شازیہ نے اندر قدم رکھا لیکن اس کا پاؤں فرش پر پڑنے کے بجائے خلا میں پڑا اور وہ توازن برقرار نہ رکھ سکی۔ دوسرے ہی لمحے وہ سر کے بل اس خلا میں گرتی چلی گئی۔ وہ گہرے تاریک خلا میں ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے چلائی اور پھر اس کے ہوش و حواس تاریکیوں میں ڈوبتے چلے گئے۔

پھر اسے ہوش آیا تو اس کے پاس روشنی تھی۔ اس نے ذہن پر زور دیا اور اس کی یادداشت لوٹ آئی۔ تب اس نے سر کو حرکت دی اور ادھر ادھر دیکھا۔ وہ ایک کمرے کے فرش پر دراز تھی۔ ایک طرف چراغ جل رہا تھا۔ چراغ کے سامنے والی دیوار کے پاس ایک بھیانک شکل والی بڑی مورتی کھڑی تھی۔ جس کے کئی ہاتھ تھے۔ اسے دیکھ کر شازیہ خوف سے چیخ پڑی۔

اسی لمحے بائیں جانب سے آواز آئی۔ "گھبراؤ مت شازیہ، یہ کالی دیوی ہے۔"

شازیہ نے بے اختیار آواز کی سمت دیکھا اور اچھل پڑی۔ اس طرف دروازے میں پنڈت شنکر لال کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس کی خوفناک آنکھوں میں انوکھی چمک تھی۔

"میں۔ میں کہاں ہوں۔ یہ کون سی جگہ ہے پنڈت جی۔" وہ اٹھتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"تم مندر میں ہو شازیہ۔" وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "مگر پجاری کی غلطی سے تہہ خانے میں گر گئی تھیں۔"

"مجھے یہاں سے نکالو۔ میں واپس جانا چاہتی ہوں۔" شازیہ نے تیزی سے کہا۔

"کیا ہماری پوجا پاٹ نہیں دیکھو گی۔" شنکر لال نے قریب آ کر پوچھا۔

"نہیں۔ میں واپس جاؤں گی۔" وہ اس کی آنکھوں میں ہوس نا کی محسوس کر کے لرزتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن واپسی کے لئے کالی دیوی کی اجازت ضروری ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "دیکھو تو کالی دیوی کی نگاہیں کیا کہہ رہی ہیں۔ اسی سے اجازت مانگو۔"

شازیہ نے کالی دیوی کے چہرے کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں پر نظر پڑتے ہی اس کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ کالی دیوی کی پتھریلی آنکھوں میں ایک مسحور کن چمک تھی۔ جو اس کے ذہن پر عجیب سا خمار طاری کر رہی تھی۔ وہ کوشش کے باوجود اس سے نگاہیں نہ ہٹا سکی۔ اس کی سانسیں بہکنے

www.urdupalace.com

لگیں اور جذبات انگڑائیاں لینے لگے۔

چند لمحوں بعد اسے اپنے جسم پر ایک ہاتھ رینگتا ہوا محسوس ہوا۔ پھر اچانک اس کے ذہن کو زوردار جھٹکا لگا اور اس کے ذہن پر چھایا ہوا خمار ایک دم صاف ہوگیا۔ اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں لوٹ آئیں۔ دوسرے ہی لمحے اس نے یکدم دونوں ہاتھوں سے خود پر جھکے ہوئے وجود کو دھکا دیا اور مخالف سمت میں دوڑ پڑی۔ دوڑتے ہوئے اس نے نجانے کتنا فاصلہ طے کیا تھا کہ ایک دم ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گری پھر وہ تیزی سے اٹھی اور جھٹک کر رک گئی۔ وہ کھلے آسمان کے نیچے مرگھٹ کے بلند ٹیلوں کے درمیان کھڑی تھی۔

مرگھٹ کی فضا میں جلے ہوئے گوشت اور ہڈیوں کی سڑاند پھیلی ہوئی تھی اور چاند کی روشنی میں اس کے سامنے ایک بڑھیا کھڑی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بڑھیا کے چہرے پر جھریاں تھیں اور اس کے کھلے بال گھٹنوں تک پہنچ رہے تھے۔

"لڑکی..... تم کون ہو اور کہاں جانا ہے؟" بڑھیا نے سوال کیا مگر اس کے لہجے میں عجیب سی ٹھنڈک تھی۔

"میں، میں شازیہ ہوں۔ کرشن کمار کی مہمان۔ مجھے اس کے گھر جانا ہے۔" شازیہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"اوہ۔ تم کرشن کمار کی مہمان ہو۔ کمال ہے۔" بڑھیا نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ مگر تم کون ہو؟ اور یہاں کیا کر رہی ہو؟" شازیہ نے تیزی سے پوچھا۔

"میں کرشن کی خالہ ہوں۔ اپنے پتی کے مرنے کے بعد سے یہیں رہتی ہوں۔" بڑھیا نے ہنس کر کہا۔

اس کی ہنسی سن کر شازیہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سردی لہر دوڑ گئی عجیب غیر مرئی ہنسی تھی۔

"آؤ۔ میں تمہیں گاؤں میں پہنچا دیتی ہوں۔" بڑھیا نے دوبارہ کہا۔

اور پلٹ کر چل دی۔ شازیہ نے اس کے پیچھے قدم بڑھایا ہی تھا کہ اچانک پیچھے سے آواز آئی۔ "ہمارا حصہ مت بھولنا۔"

شازیہ نے پلٹ کر دیکھا اور خوف کی شدت سے اس کے پاؤں زمین میں گڑ کر رہ گئے۔ پیچھے کوئی نہ تھا۔ لیکن بائیں جانب ٹیلے کی ڈھلان پر ایک انسانی کھوپڑی حرکت کر رہی تھی۔ یقیناً اسی سے آواز بلند ہوئی تھی۔ شازیہ کا خوف سے بدن لرزنے لگا۔ اس نے جلدی سے پلٹ کر بڑھیا کی طرف دیکھا تو وہ غائب ہو چکی تھی۔

"خالہ..... خالہ تم کہاں ہو.....؟" شازیہ خوفزدہ انداز میں چلائی۔

لیکن جواب میں کوئی آواز نہ آئی۔ اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا تو دائیں جانب کے ٹیلے پر تین عورتیں بیٹھی دکھائی دیں۔

"تم کسے پکار رہی ہو؟" ان میں سے ایک نے شازیہ کو مخاطب کیا۔

"کرشن کمار کی خالہ کو۔ وہ کہاں چلی گئی؟" شازیہ نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

اس کا جواب سن کر وہ تینوں ہنسنے لگیں۔ پھر ان میں سے ایک بولی۔ "ابھی آجائے گی۔ اتنی دیر ہم سے باتیں کرو۔"

"ت۔ تم کون ہو؟" شازیہ کو ان سے خوف محسوس ہونے لگا تھا۔

"ہم۔" وہ عورت ہنس کر بولی۔ "ہم وہی ہیں جن کی موت کا تماشا دیکھنے تم یہاں آئی ہو۔"

"مم۔ مگر۔ تم تو زندہ ہو۔" شازیہ خوف سے ہکلائی۔

"ہم زندہ ہیں۔" اس نے حیرت سے اپنی ساتھی عورتوں کی طرف دیکھا۔

اور وہ سب یکدم غضبناک نظر آنے لگیں۔ ایک نے شازیہ کو گھورتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "آؤ۔ اسے بتائیں کہ ہم کس حد تک زندہ ہیں۔ اس نے ہمیں زندہ کہہ کر ہماری قربانی کی توہین کی ہے۔"

وہ سب اٹھیں اور خطرناک تیوروں کے ساتھ ٹیلے سے اترنے لگیں۔ شازیہ کا خوف سے رگوں میں خون جمنے لگا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ وہ ستی ہونے والی عورتوں کی روحیں

www.urdupalace.com

ہیں۔ وہ ٹیلے سے اتر کر شازیہ کی طرف بڑھی ہی تھیں کہ شازیہ خوف سے چلائی اور اس نے دوڑ لگادی۔ عقب سے ان عورتوں کے قہقہے سنائی دیئے۔ شازیہ بدحواس ہو کر دوڑتی ہوئی چلا رہی تھی۔

"بچاؤ۔ بچاؤ۔" اچانک اس نے ٹھوکر کھائی اور منہ کے بل زمین پر آ گری۔ اس نے جلدی سے سنبھل کر پیچھے دیکھا تو وہ ایک جلی ہوئی انسانی کھوپڑی تھی۔ جس سے ٹکرا کر وہ گری تھی۔ کھوپڑی دیکھ کر وہ اور بھی دہشت زدہ ہو گئی پھر اس نے بدروحوں کی طرف دیکھا تو وہ بدروحیں یا عورتیں تیزی سے اس کی طرف بڑھی چلی آ رہی تھیں۔ شازیہ نے خوف سے چیخ ماری اور پھر اٹھ کر دوڑ پڑی۔

"رک جاؤ لڑکی۔ تم بچ کر اس مرگھٹ سے باہر نہیں جاسکو گی۔" عقب سے ایک عورت کی غراہٹ آمیز آواز ابھری۔ شازیہ اس کی دھمکی سن کر اور تیزی سے دوڑنے لگی۔ مرگھٹ کی بدروحیں اس کا پیچھا کر رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

وہ بھیانک چیخ سن کر تنویر بے ساختہ اچھل پڑا اور رانی اس کی آغوش سے نکل گئی۔ وہ خوفزدہ ہو کر غار کے دوسرے حصے کی طرف دیکھنے لگا لیکن گہری تاریکی میں کچھ نظر نہ آیا۔ وہ خوفناک چیخ اسی سمت سے آئی تھی اور اس کے اندازے کے مطابق کسی عورت کی ہی تھی۔

"را۔ رانی۔ تم کہاں ہو؟" اس نے خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں رانی کو پکارا۔

لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ غار میں مکمل سناٹا طاری تھا اور رانی کی سانسیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ شاید وہ چیخ سے ڈر کر بھاگ گئی تھی۔ تنویر نے ڈرتے ڈرتے اندھیرے میں ادھر ادھر ہاتھ چلائے کہ شاید رانی وہیں قریب ہی ہو۔ لیکن رانی کے بجائے اس کے ہاتھ غار کی دیواروں سے ٹکرائے اور اسے ان میں کوئی سخت چیز دبی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے اس سخت چیز پر ہاتھ پھیرا اور خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ سخت چیز بناوٹ کے لحاظ سے کوئی خشک انسانی کھوپڑی معلوم ہوتی تھی۔ اس نے بوکھلا کر ہاتھ پیچھے ہٹالیا۔ اس کے ذہن میں خیال ابھرا کہ اسے فوراً غار سے نکل جانا چاہئے۔

چنانچہ وہ اندازے سے اس طرف پلٹا جدھر سے غار میں داخل ہوا تھا۔ باہر بھی اندر کی طرح تاریکی تھی۔ وہ تیزی سے قدم اٹھانے لگا مگر دس بارہ قدم چل کر بھی وہ کھلے آسمان کے نیچے نہ پہنچا تو اسے خوف کا ایک اور جھٹکا لگا کہ شاید وہ غار کے دہانے کی طرف جانے کے بجائے غار کے اندرونی حصے کی طرف جا رہا ہے اسے اچھی طرح یاد تھا کہ وہ رانی کے ساتھ غار میں داخل ہو کر دو چار قدم ہی چلا تھا اور رک گیا تھا۔ لیکن اب دس بارہ قدم چلنے کے باوجود وہ غار سے نہیں نکل سکا تھا۔ یقیناً وہ غلط سمت میں جا رہا تھا۔

یہ خیال آتے ہی وہ رکا اور پلٹ کر چلنے لگا۔ اس طرف بیس پچیس قدم چلنے کے باوجود وہ غار کے دہانے تک نہ پہنچ سکا۔ پھر بھی وہ رکنے کے بجائے چلتا رہا۔ ابھی وہ چالیس پچاس قدم ہی چلا تھا کہ عقب سے کچھ ایسی آواز آئی۔ جیسے کچھ لوگ اس کے پیچھے چل رہے ہوں لیکن اس کے رکتے ہی پیچھے سے آنے والی قدموں کی آہٹیں بھی رک گئیں۔ اس نے ڈرتے ڈرتے چہرہ گھما کر پیچھے دیکھا تو اندھیرے میں کچھ دکھائی نہ دیا۔

وہ خوفزدہ ہو کر دوبارہ آگے بڑھنے لگا، تب عقب سے قدموں کی آہٹیں بھی دوبارہ سنائی دینے لگیں۔ لیکن اب ہلکی ہلکی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے دو عورتیں آپس میں سرگوشی کے انداز میں باتیں کرتی آ رہی ہوں۔ ان کے الفاظ تنویر کی سمجھ میں نہ آسکے کیونکہ وہ ہندی زبان میں باتیں کر رہی تھیں اور آواز بھی بہت ہلکی تھی۔ تنویر نے خوف سے لرزتے ہوئے اپنی رفتار بڑھادی۔ سردی کے باوجود خوف سے اس کا بدن پسینہ پسینہ ہوتا جا رہا تھا اور پاؤں ڈگمگا رہے تھے۔

وہ ایک ہاتھ سے غار کی دیوار کو چھوتا ہوا چل رہا تھا۔ مزید دس بارہ قدم چلنے کے بعد غار بائیں جانب مڑ گیا۔ وہ بھی دیوار کے ساتھ ساتھ اسی طرف مڑا تو ادھر روشنی دیکھ کر اچھل پڑا۔ موڑ کے دوسری جانب غار کسی گول کمرے کی طرح وسیع و عریض تھا۔ جس میں عجیب سی ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی جس کا کوئی ذریعہ نظر نہ آ رہا تھا۔ وہاں وسط

www.urdupalace.com

میں ایک سفید چادر فرش پر بچھی ہوئی تھی جس پر دو سرخ کشمیری سیب اور ناشپاتی رکھی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ رانی غار کے اسی حصے میں رہتی ہے وہ سوچنے لگا کہ آگے بڑھے یا واپس چل دے۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی فیصلہ کر پاتا ایک سرد سی آواز گونجی۔ ”آگے آجاؤ بابو، اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔“

وہ آواز رانی کی ہی تھی۔ تنویر نے آواز کی سمت دیکھا۔ غار کے اس حصے میں تاریکی تھی اور اس میں دو آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ان آنکھوں کو دیکھ کر تنویر خوف سے جھرجھری لے کر رہ گیا۔ ان آنکھوں سے خونخواری ٹپک رہی تھی۔ نہ جانے وہ کس کی آنکھیں تھیں۔ کم از کم وہ رانی کی خوب صورت غزالی آنکھیں ہرگز نہ تھیں۔ اس نے صرف ایک لمحہ ان آنکھوں کی طرف دیکھا اور پھر نگاہیں جھکا لیں۔ اسے دوبارہ ادھر دیکھنے کی ہمت نہ پڑی۔ وہ خوف سے خشک ہوتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”رانی تم کہاں ہو۔ سامنے آؤ۔“

جواب میں غار کے تاریک حصے سے قدموں کی آہٹیں ابھرنے لگیں۔ اس نے بے اختیار دوبارہ اس طرف دیکھا۔ خونخوار آنکھیں حرکت کر رہی تھیں اور آہٹیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ پھر چند لمحوں بعد اس طرف سے آنے والا روشنی میں آیا اور اسے دیکھ کر خوف سے تنویر کی رگوں میں خون منجمد ہونے لگا۔

☆.....☆.....☆

مرگھٹ کی بدروحوں سے بچنے کے لئے شازیہ بے لگام گھوڑے کی طرح بگٹٹ دوڑ رہی تھی۔ چند منٹ بعد ہی اس کی ٹانگیں جواب دے گئیں اور وہ لڑکھڑاتی ہوئی زمین پر گر گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ یہ کیفیت نہ جانے کتنی دیر طاری رہی۔ پھر اس کی آنکھیں کھلیں تو وہ نرم گیلی زمین کے بجائے پختہ فرش پر پڑی تھیں۔ اسے بدروحوں کا خیال آیا اور وہ تیزی سے اٹھ بیٹھی لیکن ماحول کا جائزہ لیتے ہی وہ حیران رہ گئی۔

بدروحیں غائب تھیں اور وہ کسی عمارت کی راہداری میں موجود تھی۔ وہ راہداری کافی طویل تھی اور اس کے اختتام پر ایک دیوار تھی جس میں بنے طاقچے میں ایک چراغ جل رہا تھا۔ دائیں بائیں کئی کمرے تھے جن کے دروازے بند نظر آرہے تھے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو عقب میں چند فٹ کے فاصلے پر ایک بڑا چوبی دروازہ نظر آیا جو بند تھا۔ وہ خوفزدہ ذہن کے ساتھ سوچنے لگی کہ وہ کس عمارت میں ہے اور یہ عمارت کہاں واقع ہے؟ وہ بدحواسی کے عالم میں مرگھٹ سے بھاگی تھی اور شاید اس عمارت میں داخل ہوتے ہی گر کر بے ہوش ہو گئی تھی۔

راہداری میں گھمبیر سناٹا طاری تھا اور کسی قسم کی کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی لیکن چراغ کی موجودگی سے ظاہر ہوتا تھا کہ عمارت ویران نہیں تھی اور اس کے علاوہ بھی کوئی عمارت میں موجود تھا۔ وہ اٹھی اور راہداری کے بند دروازے کی طرف بڑھی۔ قریب پہنچ کر اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکی۔ شاید دروازہ باہر سے بند تھا۔ اس نے دروازے پر زور سے دو تین ہاتھ مارے اور انتظار کرنے لگی لیکن کوئی ردعمل ظاہر نہ ہوا۔ چند لمحوں بعد اس نے مایوس ہو کر راہداری کے دوسرے حصے کی طرف دیکھا اور اس طرف بڑھنے لگی۔ پرانی طرز کے چوبی دروازے ظاہر کر رہے تھے کہ وہ عمارت قدیم زمانے کی تھی۔

راہداری کے وسط میں پہنچ کر وہ رکی اور بلند آواز سے بولی۔ ”کوئی ہے؟“

”تم کون ہو؟“ جواب میں آخری کمرے کی طرف سے ایک آواز ابھری۔ لہجے میں نرمی تھی۔ بولنے والا کوئی مرد تھا۔

”میں گاؤں میں مہمان ہوں۔ بھٹک کر ادھر آ گئی تھی مگر اب باہر کا دروازہ بند ہے۔“ شازیہ نے بتایا۔

”یہاں آجاؤ لڑکی۔“ آخری کمرے سے آواز آئی۔ ”میں ذرا مصروف ہوں۔“

شازیہ نے ایک لمحے کے لئے سوچا۔ پھر آخری کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ جلد ہی وہ اس کمرے کے پاس پہنچ گئی۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے آہستہ سے دستک دی۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ ایک دو لمحوں بعد اس نے

www.urdupalace.com

دوبارہ دستک دی۔

"اندر آجاؤ لڑکی۔ دروازہ بند نہیں ہے۔" اس بار اندر سے وہی مردانہ آواز ابھری۔

شازیہ نے دروازے پر دباؤ ڈالا اور دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اندر تاریکی تھی اس نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن کچھ نظر نہ آیا۔ اسی لمحے اندر سے آواز ابھری۔ "اندر آجاؤ۔ جھجکو مت۔ میں ابھی چراغ جلاتا ہوں۔"

شازیہ نے ڈرتے ڈرتے تاریک کمرے میں قدم رکھا۔ اندر داخل ہو کر وہ رک گئی۔ کمرے میں کسی کی گہری گہری سانسیں سنائی دے رہی تھیں۔ شازیہ روشنی ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ لیکن اچانک اسے عقب میں ہلکی سی چرچراہٹ سنائی دی۔ اس نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا اور بے ساختہ اچھل پڑی۔ کمرے کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف جھپٹی۔ ٹھیک اسی لمحے کمرے میں چراغ کی روشنی پھیل گئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔

کمرے کی سامنے والی دیوار کے ایک طاقچے میں چراغ جل رہا تھا۔ اس نے روشنی میں ادھر ادھر دیکھا۔ بائیں جانب کے کونے میں ایک چارپائی پر کوئی چادر اوڑھے سو رہا تھا۔ اس کے سوا وہاں کوئی آدمی تھا نہ کسی قسم کا سامان، سونے والے نے سر سے پاؤں تک چادر اوڑھ رکھی تھی۔ شازیہ کو حیرت ہوئی کہ وہ آدمی کہاں ہے جس نے اسے اندر آنے کو کہا تھا اور چراغ کس نے جلایا۔ اس نے سونے والے کو مخاطب کیا۔ "تم کون ہو اور چراغ کس نے جلایا؟"

جواب میں سونے والے نے اپنی چادر اتار پھینکی اور اسے دیکھ کر شازیہ کی خوف سے چیخ نکل گئی۔

☆.....☆.....☆

وہ سفید لمبے بالوں والی ایک خوفناک بڑھیا تھی جس کا چہرہ انتہائی بھیانک تھا۔ دونوں ہونٹ کٹے ہوئے تھے جن سے لمبے لمبے دانت جھانک رہے تھے۔ جسم انتہائی کمزور اور دبلا پتلا تھا۔ آنکھوں میں خون کی سرخی تھی۔ لباس سے محروم اس کا بدن توے کے مانند سیاہ تھا اور پاؤں پیچھے کی طرف مڑے ہوئے تھے۔ یقیناً وہ کوئی چڑیل تھی۔ تنویر کا دہشت سے برا حال تھا۔ کالی چڑیل اس کی طرف بڑھتے ہوئے اسے اپنی خوفناک آنکھوں سے گھور رہی تھی۔

تنویر کا دل چاہا کہ وہاں سے بھاگ نکلے۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے زمین نے اس کے پاؤں جکڑ لئے ہوں۔ اس نے چیخنے کی کوشش کی لیکن حلق خشک تھا، اس لئے آواز نہ نکل سکی۔ کالی چڑیل اور اس کے درمیان فاصلہ گھٹتا جا رہا تھا مگر پھر اچانک پراسرار روشنی غائب ہو گئی اور وہاں گہری تاریکی پھیل گئی۔ اندھیرا ہوتے ہی تنویر کے ذہن میں ایک دم خیال آیا کہ اسے فوراً اپنی جگہ سے ایک طرف ہٹ جانا چاہئے تاکہ چڑیل کی زد میں نہ آسکے۔ چنانچہ وہ تیزی سے بائیں جانب ہٹتا چلا گیا۔ تین چار قدم چل کر وہ رک گیا اور چڑیل کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن تاریکی میں وہ نظر نہ آئی۔ اس کی خونخوار آنکھیں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ وہ توجہ سے اس کے پاؤں کی چاپ سننے کی کوشش کرنے لگا۔ کئی لمحے گزر گئے لیکن کوئی آہٹ نہ سنائی دی۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ ٹھیک اسی لمحے کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ دہشت کے مارے چیخنے لگا۔

"کک..... کون....." اس کے حلق سے بمشکل نکل سکا۔

"میں رانی ہوں بابو جی....." اس کے کان کے پاس ایک ہلکی سی آواز ابھری۔

"ر.....را.....رانی۔" وہ خوف سے ہکلایا۔ "کون رانی..... تم تو چڑیل ہو۔"

"واہ بابو۔ اتنی جلدی بھول گئے۔" وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتی ہوئی بولی۔ "کیا چڑیل اور مجھ میں فرق نہیں ہے۔"

ہاتھ چھونے پر تنویر کے ذہن سے خوف کی چادر سرکنے لگی۔ چند منٹ بعد اچانک روشنی پھیل گئی اور تنویر بے اختیار اچھل پڑا۔

☆.....☆.....☆

چادر اترنے پر سونے والے کو دیکھ کر شازیہ کے حلق سے چیخ خارج ہوئی اور وہ بے اختیار پیچھے ہٹتی ہوئی دیوار سے جا لگی۔ وہ دہشت زدہ نگاہوں سے چارپائی کی طرف

www.urdupalace.com

دیکھ رہی تھی۔ جس پر زندہ انسان کے بجائے ایک انسانی ڈھانچہ دراز تھا۔ گوشت پوست سے محروم اس ڈھانچے کی استخوانی کھوپڑی میں صرف ایک چیز زندہ تھی اور وہ تھی اس کی آنکھیں، خوفناک اور خونخوار آنکھیں جن میں بھیڑیے کی سی چمک تھی اور وہ آنکھیں شازیہ کو گھور رہی تھیں۔

خوف کی شدت سے شازیہ کا حلق خشک ہو گیا اور جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مردہ ڈھانچے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ایک دو لمحے گزر گئے اور ڈھانچے نے کوئی حرکت نہ کی۔ شازیہ کے ذہن میں آیا کہ اسے کمرے سے نکل جانا چاہئے۔ اس نے سر گھما کر کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا جو اس کے اندر آتے ہی بند ہو گیا تھا۔ پھر اس نے ڈھانچے کے سینے کی ہڈیوں پر نگاہیں جمادیں اور دیوار کے ساتھ ساتھ دروازے کی طرف سیر کرنے لگی۔ ڈھانچے کی خونخوار آنکھوں کی طرف دیکھنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔

ڈھانچہ بے حس و حرکت پڑا تھا۔ وہ انچ انچ سرکتی ہوئی دروازے کے پاس پہنچی۔ پھر اس نے ایک دم دروازے کی طرف رخ کر کے دروازے میں لگا لکڑی کا ہینڈل پکڑ کر جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا لیکن دروازہ نہ کھلا۔ دروازہ نہ کھلنے پر وہ اور بھی گھبرا گئی اور بار بار کوشش کرنے لگی لیکن ناکام رہی۔

"شریمتی جی۔ تم سے دروازہ نہیں کھلے گا۔" اچانک چارپائی کی طرف سے آواز آئی۔

شازیہ نے پلٹ کر چارپائی کی طرف دیکھا اور خوف سے اپنی جگہ ساکت ہو گئی۔ وہ ڈھانچہ چارپائی پر اٹھ بیٹھا تھا۔ اس انداز میں کہ اس کے پاؤں فرش پر تھے اور نگاہیں شازیہ پر مرکوز تھیں۔

"م۔ م۔ میں۔ باہر جانا چاہتی ہوں۔" شازیہ خوف سے ہکلائی۔

"جانا تھا تو آئی کیوں تھیں؟" ڈھانچے کے منہ سے آواز خارج ہوئی۔ "اب تم صبح سے پہلے نہیں جا سکتیں۔"

"کک۔ کیوں۔" وہ دہشت زدہ لہجے میں بولی۔

"پنڈت شنکر لال کی یہی مرضی ہے۔" ڈھانچے کی ہنستی ہوئی آواز سنائی دی۔

"وہ۔ وہ تو مندر میں تھا۔ تمہارا اس سے کیا واسطہ۔ مجھے جانے دو۔"

"ہرگز نہیں۔ وہ مندر میں ہے تو تم کون سا مندر سے باہر ہو۔ تم اس وقت مندر میں ہی ہو۔" ڈھانچے نے کہا۔

"وہ پوجا پاٹ سے فارغ ہو کر یہاں آئے گا۔ میں اس کا داس ہوں۔"

یہ سن کر شازیہ کے حواس گم ہونے لگے کہ وہ مندر میں ہی تھی۔ بدروحوں سے بچنے کے لئے وہ نادانستگی میں دوبارہ اسی مندر میں آ پھنسی تھی جہاں سے وہ بھاگی تھی۔ اسے کرشن کمار کی بات یاد آئی کہ پنڈت شنکر لال پراسرار علوم کا ماہر ہے۔ یقیناً وہ بہت بڑا جادوگر تھا جس نے اپنے جادو سے مردوں کو اپنے تابع کر رکھا تھا۔ وہ خوفزدہ ذہن سے سوچنے لگی کہ وہاں سے کیسے نکلے۔ دروازہ باہر سے بند معلوم ہوتا تھا جسے وہ کھولنے میں ناکام رہی تھی۔ یقیناً ڈھانچے کو بھی معلوم تھا کہ اس سے دروازہ نہیں کھلے گا۔ اس لئے اس نے شازیہ کو دروازے تک جانے سے نہیں روکا تھا۔

"وہ۔ وہ کیا چاہتا ہے مجھ سے۔" اس نے خوفزدہ لہجے میں ڈھانچے سے پوچھا۔

"بدلہ۔ انتقام۔" ڈھانچے نے کہا۔ "وہ تم سے انتقام لینا چاہتا ہے۔"

"کک۔ کس بات کا؟" وہ چونکتے ہوئے ہکلائی۔

"تمہارے شوہر کا..... اپنی عزت کا۔ تمہارے شوہر نے اس کی بیٹی سیتا کے جسم کو چھوا تھا۔ اسے گناہ کی طرف راغب کیا تھا اور لذت حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن سیتا کی حفاظت پر مامور غیبی طاقت نے پنڈت شنکر لال کو خبر کر دی تھی۔" ڈھانچے کی بات سن کر شازیہ سناٹے میں رہ گئی۔ اسے تنویر سے ایسی حرکت کی توقع نہ تھی۔

ڈھانچا چارپائی پر کسی زندہ وجود کے مانند بیٹھا خوفناک نگاہوں سے شازیہ کی طرف دیکھ رہا تھا اور شازیہ فرش پر نگاہیں جمائے تنویر کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے

www.urdupalace.com

تنویر کسی دوسری عورت کی خواہش کر سکتا ہے۔ تنویر نے طویل نو افیئر کے بعد اسے شادی کی تھی اور شادی سے پہلے اس کے سوا تنویر کی زندگی میں کوئی لڑکی نہیں آئی تھی۔ اس نے شادی سے پہلے تو پیریڈ میں اپنے طور پر پوری تحقیق کر لی تھی کہ تنویر کے کسی دوسری لڑکی سے تعلقات نہیں تھے۔ خود تنویر نے بھی اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ وہ اس کی پہلی اور آخری محبت ہے اور اگر وہ اس سے شادی کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو ساری عمر کنوارہ رہے گا۔

چنانچہ اب ڈھانچے سے سیتا اور تنویر کا چکر سن کر اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ تنویر نے اس کی غیر موجودگی میں سیتا سے چھیڑ چھاڑ کی ہوگی۔ سیتا اس کی میزبان کی بیوی اور ہندو تھی۔ پھر سماجی اور مالی اعتبار سے بھی وہ اس نا قابل نہیں تھی کہ تنویر اس پر توجہ دیتا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ شام سے پہلے صرف ایک گھنٹے کے لئے اس نے تنویر کو سیتا کے پاس چھوڑا تھا۔ اس ایک گھنٹے میں تنویر کا سیتا سے ناجائز تعلقات قائم ہو جانا بھی ممکن بات نہ تھی جبکہ ان کے گھر آئے انہیں چند ہی گھنٹے گزرے تھے۔ یہ دلائل تنویر کو بے گناہ ثابت کرتے تھے۔

چند منٹ تک شازیہ اسی سوچ میں الجھی رہی۔ پھر ایک دم اسے یاد آیا کہ شنکر لال اس سے تنویر کی زیادتی کا انتقام لینا چاہتا ہے اور وہ کسی بھی لمحے وہاں پہنچ سکتا تھا۔ شنکر لال کا خیال آتے ہی وہ ایک بار پھر خوفزدہ ہو گئی۔ اس نے ڈھانچے کی طرف دیکھا اور بے اختیار اچھل پڑی۔ وہاں نہ ڈھانچا تھا اور نہ اس کی چارپائی۔ وہ جگہ خالی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے سوچنے کے دوران میں نہ جانے وہ چارپائی سمیت کہاں غائب ہو گیا تھا۔

اس نے سوچا کہ موقع اچھا ہے، دروازہ کھولنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ چنانچہ وہ ایک بار پھر دروازے کا ہینڈل پکڑ کر کھینچنے لگی مگر اس بار فوراً ہی دروازہ کھل گیا۔ وہ دل ہی دل میں بہت خوش ہوئی۔ باہر راہداری میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ راہداری کا بیرونی دروازہ کس سمت میں ہے۔ پھر بھی وہ باہر نکل کر دبے پاؤں ایک طرف چلنے لگی۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ لیکن راہداری شیطان کی آنت کی مانند لمبی ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے اندازے کے مطابق وہ سو ڈیڑھ سو قدم کا فاصلہ طے کر چکی تھی۔ لیکن نہ راہداری کا اختتام آیا اور نہ ہی بیرونی دروازہ۔

مزید دس بارہ قدم چلنے کے بعد اسے ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یوں لگتا کہ اس سمت میں کچھ لوگ بھجن گانے میں مصروف ہوں۔ اس نے ایک لمحہ رک کر غور سے وہ آوازیں سنیں اور دوبارہ آگے بڑھنے لگی۔ پوجا کرنے والوں کی آوازیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر اچانک اس کا بڑھا ہوا ہاتھ سامنے کسی دروازے سے ٹکرایا اور وہ رک گئی۔ بھجن گانے کی آواز اسی دروازے کے عقب سے آ رہی تھی۔ یقیناً وہ مندر کا پوجا پاٹ والا حصہ تھا۔

اچانک اس کے ذہن میں بجلی کی سی تیزی سے خیال آیا کہ کیوں نہ پوجا کرنے والوں میں پہنچ جائے۔ پجاریوں کی موجودگی میں شنکر لال اس پر ہاتھ نہ ڈال سکے گا اور وہ پوجا ختم ہونے پر گاؤں والوں کے ساتھ گاؤں پہنچ جائے گی۔ یہ سوچ کر اس نے دروازے پر دستک دی۔ لیکن دستک کی آواز بھجن کی آواز میں دب گئی۔ تب اس نے دروازے پر دباؤ ڈالا اور دروازہ کھلتا چلا گیا اندر بہت بڑا ہال تھا جس میں بیس پچیس نوجوان مرد اور لڑکیاں موجود تھیں۔ وہ سب ایک بت کے سامنے سر جھکائے بھجن گا رہے تھے۔ سب سے آگے شنکر لال کھڑا تھا۔

شازیہ ہال میں داخل ہو کر دروازے کے پاس ہی دیوار کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔ اب اسے قدرے اطمینان تھا کہ یہاں وہ محفوظ ہے اور پوجا ختم ہونے کے بعد گاؤں والوں کے ساتھ مندر سے نکل جائے گی لیکن چند لمحوں بعد اچانک شنکر لال نے پلٹ کر اس کی طرف خونخوار نگاہوں سے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے وہاں گہری تاریکی اور سناٹا پھیلتا چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

فرش پر پڑا انسوانی وجود رانی کا ہی تھا لیکن وہ زندگی کی حرارت سے محروم تھی۔ لباس کے بغیر اس کا سفید بدن بے حس و حرکت پڑا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے جسم سے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔ اس کی کھلی ہوئی آنکھیں بے نور دکھائی دے رہی تھیں۔ یقیناً وہ مر چکی تھی۔ تنویر چند لمحوں تک پھٹی

www.urdupalace.com

پھٹی آنکھوں سے رانی کی لاش کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے خیال آیا کہ اس کی نبض چیک کرنی چاہئے۔ ہوسکتا ہے بارش میں کافی دیر بھیگتے رہنے کے بعد اس کی یہ حالت ہوئی ہو۔ وہ آہستہ قدموں سے رانی کی لاش کے پاس پہنچا اور فرش پر بیٹھ کر اس کے دل کی دھڑکن محسوس کرنے کے لئے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ ایک دم وہاں تاریکی پھیل گئی اور تنویر نے گھبرا کر ہاتھ پیچھے ہٹالیا۔

"اوہ۔ بابو۔ تم آ گئے۔" اچانک رانی کی آواز بلند ہوئی۔

"کک۔ کیا۔ کیا تم زندہ ہو رانی۔" تنویر خوف سے ہکلاتے ہوئے بولا۔

"ہاں میرے راجا۔" اندھیرے میں رانی نے اس کے سینے سے لپٹتے ہوئے کہا۔ "تمہارے انتظار میں سوگئی تھی۔"

اچانک غار میں ایک خوفناک غراہٹ گونجی اور تنویر اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اس نے غراہٹ کی سمت دیکھا تو خوف سے اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور ذہن سے جذبات کا سارا نشہ دور ہوتا چلا گیا۔ غار میں پراسرار روشنی پھیلی ہوئی تھی اور بائیں جانب ایک انسانی ڈھانچہ کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رسی تھی۔ جو زیادہ لمبی نہ تھی۔

"بے حیا۔ بے غیرت رانی۔" ڈھانچے کے منہ سے غراہٹ آمیز آواز خارج ہوئی۔ "تمہیں آج ستر برس بعد تسکین حاصل کرنے کا شوق چرایا ہے۔ کیا تم بھول گئی ہو کہ تم میری بیوہ ہو۔ اور دوسرے جنم میں تم سے میری شادی ہونی ہے۔ میں تمہیں اور تمہارے اس عاشق کو فنا کر ڈالوں گا۔ جس طرح تمہارے باپ نے رسی سے میرا گلا گھونٹ کر مارا تھا مجھے۔"

ڈھانچے کی بات سن کر تنویر سمجھ گیا کہ وہ رانی کا مردہ شوہر ہے۔ وہ موت کے خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔

☆.....☆.....☆

تاریکی پھیلتے ہی شازیہ خوفزدہ ہو کر دیوار کے ساتھ چپک گئی۔ مندر میں پوجا کرنے والے خاموش ہو چکے تھے اور وہاں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی اس سناٹے میں اسے اپنے دل کی دھک دھک صاف سنائی دے رہی تھی۔ وہ چند لمحوں بعد اندھیرے میں اپنی جگہ سے سرکتی ہوئی ہال کے دروازے کی طرف بڑھی لیکن دروازے کو ہاتھ لگانے پر محسوس ہوا کہ دروازہ بند ہے تو وہ ڈر گئی اور خوف سے لرزتے ہاتھوں کے ساتھ دروازے کو کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔

"ہاہاہا.....!" اچانک خوفناک قہقہے سے سناٹے کا سینہ مجروح ہوگیا۔ "فضول کوشش مت کرو لڑکی۔"

اس آواز کو پہچان کر شازیہ کے بدن میں خوف کی ایک تیز لہر دوڑ گئی۔ وہ پنڈت کی آواز تھی۔ لیکن تاریکی میں وہ دکھائی نہ دے رہا تھا۔ پھر اسے اپنی طرف بڑھے ہوئے کسی کے قدموں کی آہٹیں سنائی دیں اور وہ سہم کر دروازے سے چپک گئی۔ جلد ہی وہ آہٹیں قریب آ گئیں۔ پھر اندھیرے میں کسی نے اس کی داہنی کلائی پکڑلی۔ شازیہ کے حلق سے بے ساختہ چیخ نکلی اور وہ اپنی کلائی چھڑانے کی کوشش کرنے لگی لیکن پکڑنے والے کی گرفت اتنی سخت تھی کہ شازیہ کو اس کی انگلیاں اپنی کلائی میں پیوست ہوتی محسوس ہوئیں۔ اچانک اس کے خوفزدہ ذہن میں دوسرے پجاریوں کا خیال آیا جنہیں تاریکی پھیلنے سے پہلے اس نے پوجا کرتے دیکھا تھا۔

"بچاؤ۔ بچاؤ۔" وہ زور زور سے چلانے لگی۔ "گاؤں والو۔ مجھے بچاؤ۔ میں کرشن کمار کی مہمان ہوں۔"

"ہاہاہا....." کلائی پکڑنے والے نے قہقہہ لگایا۔ "اس وقت سب بے ہوش پڑے ہیں۔ ان میں سے کوئی تمہاری مدد نہیں کرسکتا لڑکی۔ وہ چیخ و پکار سے بے نیاز ہیں۔"

وہ شنکر لال کی ہی آواز تھی۔ شازیہ خاموش ہوگئی۔ شنکر کی بات سن کر اسے بہت مایوسی ہوئی تھی۔ ایک لمحے بعد شنکر لال کا ہاتھ اس کی کمر میں پڑا۔ اور اس نے شازیہ کو اٹھا کر اپنے کندھے پر لاد لیا۔ شازیہ اس کے کندھے سے اترنے کے لئے ہاتھ پاؤں چلانے لگی لیکن شنکر لال کی گرفت سے آزاد نہ ہوسکی۔ وہ اندھیرے میں کسی طرف چل دیا تھا۔ شازیہ نے مزاحمت ترک کردی اور سوچنے لگی کہ خود کو شنکر لال کے انتقام سے کیسے بچائے۔

دو منٹ بعد شنکر لال نے اسے کندھے سے اتار پھینکا اور وہ کسی نرم جگہ پر جا گری۔ اس نے جلدی سے سنبھلتے

www.urdupalace.com

ہوئے ادھر ادھر ہاتھ مارا۔ وہ کوئی نرم اور گداز بستر تھا۔ اس نے بستر سے اترنے کی کوشش کی۔ لیکن اسی لمحے شنکر نے اسے دبوچا اور اسے آغوش میں لئے بستر پر دراز ہو گیا۔

شازیہ نے تیزی سے سر اٹھایا اور اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اس کی کلائی میں اپنے دانت پیوست کر دیئے۔ شنکر لال درد کی شدت سے بلبلایا اور اس نے شازیہ کے سر کے بال دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں جکڑ کر بھینچ ڈالے۔ شازیہ کے دانتوں کی گرفت سے اس کی کلائی چھوٹ گئی اور وہ چیخنے لگی۔ شنکر لال نے اس کے بال چھوڑے ہی تھے کہ شازیہ نے تیزی سے دوسری طرف کروٹ لی اور بستر سے نیچے فرش پر آ گری، گرتے ہی وہ بستر کے نیچے سرک گئی اور پھر دوسری طرف سے نکل کر وہ کھڑی ہو گئی۔

"اندھیرے میں شنکر لال کی کراہیں سنائی دے رہی تھیں، شازیہ دبے پاؤں بستر کی مخالف سمت میں چل دی۔ اسی لمحے شنکر لال کی غضبناک آواز سنائی دی۔

"رک جاؤ لڑکی..... ورنہ خون پی جاؤں گا تمہارا۔"

لیکن اس کی غراہٹ سنتے ہی شازیہ نے دوڑ لگا دی۔ دوڑتی ہوئی وہ چند لمحوں بعد ہی روشنی میں پہنچ گئی۔ یہ ایک راہداری تھی جس کے اختتام پر اوپر جانے کے لئے زینے بنے ہوئے تھے۔ زینوں کے پاس ہی ایک طاقچے میں چراغ جل رہا تھا۔ اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا تو وہاں ایک دروازہ تھا جس سے وہ گزر کر باہر آئی تھی۔ اس نے تیزی سے بڑھ کر دروازہ بند کیا اور زنجیر لگا دی۔

☆.....☆.....☆

رسی کے سرے پر گول پھندا بنا ہوا تھا اور ڈھانچا ان کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ تنویر نے پلٹ کر رانی کی طرف دیکھا اور بے اختیار اچھل پڑا۔ رانی اپنی جگہ سے غائب تھی۔ نہ جانے وہ ایک دو لمحوں میں کہاں بھاگ گئی تھی۔ تنویر نے بوکھلا کر پھر ڈھانچے کی طرف دیکھا مگر وہ رکے بغیر آگے بڑھ رہا تھا اس کا صاف مطلب تھا کہ وہ ڈھانچا اب صرف اسے ہلاک کرنے کے لئے آ رہا ہے۔ یقیناً یہی بات تھی اگر وہ رانی کو پھندے سے گلا دبا کر مارنا چاہتا تھا تو وہ اب موجود نہیں تھی۔ پھر وہ پہلے ہی بتا چکا تھا کہ وہ دونوں کو فنا کرنے آیا ہے۔ رانی تو جان بچانے کے لئے غائب ہو گئی تھی لہٰذا اسے بھی اپنی جان بچانی چاہئے تھی۔

یہ خیال آتے ہی تنویر تیزی سے غار کے دہانے کی طرف دوڑ پڑا۔ اس کے بھاگتے ہی عقب سے ڈھانچے کی آواز ابھری۔ "رک جاؤ۔ میری عزت سے کھیلنے والے عیاش۔ تم میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکو گے۔"

تنویر اس کی دھمکی سن کر کانپ کر رہ گیا لیکن وہ رکے بغیر دوڑتا رہا۔ وہ غار کے دہانے کی طرف مڑا تو اس طرف تاریکی تھی۔ اسی لمحے سامنے کی جانب سے کسی نے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر رکھتے ہوئے اسے روک دیا۔

"ٹھہرو بابو۔" اسے رانی کی سرگوشی سنائی دی۔ "میں نے اس خبیث کا انتظام کر لیا ہے۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ میرے ہوتے ہوئے تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکے گا۔ آؤ دیکھو میں اس کا کیا حشر کرتی ہوں۔"

"نن۔ نہیں۔ مجھے جانے دو۔" تنویر خوف سے ہکلایا۔

"مجھ پر اعتبار کرو بابو۔" رانی کا لہجہ سخت ہو گیا۔ "اگر تم خوفزدہ ہو تو یہاں ٹھہرے رہو۔ لیکن یہاں سے باہر جانے کی کوشش مت کرنا۔ میرے پتی کے کئی مددگار باہر موجود ہیں۔ جو تمہیں دیکھتے ہی کچا کھا جائیں گے۔"

پھر وہ غار کے روشن حصے کی طرف بڑھ گئی۔ تنویر رک کر اس طرف سے آنے والی آوازیں غور سے سننے لگا۔

"اچھا ہوا۔ تم خود ہی واپس آ گئیں۔" ڈھانچے کی غصیلی آواز سنائی دی۔ "تمہارا وہ جھوٹا عاشق تو میری ایک للکار سے ہی بھاگ گیا۔"

"بکواس مت کرو۔ وہ جھوٹا نہیں سچا عاشق ہے۔" رانی کی غراہٹ ابھری۔ "وہ بھاگا نہیں غار میں ہی موجود ہے۔"

"آہا۔ پھر تو تم دونوں کو ہلاک کرنے میں بڑا لطف آئے گا۔"

"وہ کس خوشی میں۔ اس نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔" رانی غرائی۔

"اس نے میری عزت پر ہاتھ ڈالا ہے۔ کوئی غیرت مند پتی یہ برداشت نہیں کر سکتا۔"

www.urdupalace.com

"واہ.....؟" رانی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اتنے ہی غیرت مند تھے تو مرنے سے پہلے مجھ سے شادی کر لیتے۔"

"تمہارے باپ نے مجھے اس رسی سے مار ڈالا تھا۔ ورنہ شادی میں تو چند دن رہ گئے تھے۔" ڈھانچے کی آواز سنائی دی۔

"تمہارے کرتوت ہی ایسے تھے۔ پھر وہ تمہیں کیسے معاف کر دیتا۔"

تنویر ان کی باتیں سن کر حیران ہو رہا تھا۔ ڈھانچے کی آواز آئی۔ "تم اس بابو کے ساتھ عیاشی کر رہی ہو۔ آخر تمہیں اس کی جرأت کیسے ہوئی نابکار۔"

"بکواس بند کرو کتے۔ میں تمہاری پابند نہیں ہوں کہ تمہارے دوسرے جنم کا انتظار کرتی۔ مجھے تو تم سے شدید نفرت ہے۔"

"اچھا۔ تو پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" ڈھانچے کی غراہٹ بلند ہوئی۔

لیکن اگلے ہی لمحے غار میں اس کی چیخیں گونجنے لگیں یقیناً وہ کسی اذیت میں مبتلا تھا۔ نہ جانے رانی نے کیا کیا تھا۔ پھر یکدم کسی کے گرنے کی آواز آئی اور ڈھانچے کی چیخیں معدوم ہوتی چلی گئیں۔

☆.....☆.....☆

راہداری کے اس دروازے کو باہر سے بند کر کے وہ ہانپنے لگی۔ اسے امید تھی کہ پنڈت شنکر لال دروازہ کھول کر باہر نہ آ سکے گا۔ پھر وہ تیزی سے زینوں کی طرف بڑھی ہی تھی کہ عقب سے دروازہ پیٹنے کی آواز آئی۔ یقیناً شنکر لال دروازے تک آن پہنچا اور اس دروازے سے باہر آنے کے لئے دروازہ پیٹ رہا تھا۔ شازیہ نے ایک لمحے کے لئے رک کر چہرہ گھمایا اور بند دروازے پر ایک نظر ڈال کر دوبارہ تیزی سے زینے کی طرف بڑھنے لگی۔

"دروازہ کھولو لڑکی!" پنڈت شنکر لال کی غضبناک آواز سنائی دی۔ "تم یہاں سے کبھی باہر نہ جا سکو گی۔" شازیہ کو خطرہ ہوا کہ کہیں شنکر لال اپنے جادو سے اس کا راستہ بند نہ کر دے۔ یہ خیال آتے ہی وہ ایک دم دوڑ پڑی۔ زینوں کے پاس پہنچ کر اس نے ایک لمحے کے لئے دروازے کی طرف دیکھا اور زینے چڑھنے لگی۔ ٹھیک اسی لمحے دروازہ کھلنے کی تیز آواز آئی۔ شازیہ نے پلٹ کر پیچھے دیکھا اور بوکھلا گئی۔ دروازہ کھل چکا تھا اور شنکر لال اس کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔

شازیہ فوراً ہی تیزی سے زینے چڑھنے لگی۔ عقب سے شنکر لال چیخا۔ "رک جاؤ لڑکی ورنہ فنا کر ڈالوں گا۔" اس کی دھمکی سن کر شازیہ رکنے کے بجائے اور تیزی سے زینے طے کرنے لگی۔ پندرہ سولہ زینے طے کر کے وہ کھلے دروازے کے سامنے پہنچی۔ دوسری طرف ایک کمرہ تھا جس میں چراغ کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ شازیہ جلدی سے اس کمرے میں داخل ہوئی۔ اسی لمحے نیچے سے شنکر لال کے دوڑنے کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ شازیہ نے تیزی سے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور ادھر ادھر دیکھا۔ کمرے کے ایک کونے میں کسی مردے کی خشک ہڈیاں پڑی تھیں۔

شازیہ نے یک لمحے میں فیصلہ کر لیا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ شنکر لال راہداری والے دروازے کی طرح اس دروازے کو بھی کھول سکتا تھا اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر ان ہڈیوں میں سے ایک لمبی ہڈی اٹھالی۔ جو شاید مردے کی ٹانگ کی ہڈی تھی۔ وہ ہڈی اٹھا کر زینوں کے دروازے کے پہلو میں آئی اور دیوار سے پشت لگا کر انتظار کرنے لگی۔ تہ خانے سے شنکر لال کے قدموں کی آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر وہ آہٹیں زینوں پر آ گئیں۔ شازیہ نے ہڈی کو دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑ لیا۔

جلد ہی آہٹیں دروازے کے پاس پہنچ گئیں۔ پھر ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا اور شنکر لال تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔ اسی لمحے شازیہ نے آڑ سے نکلتے ہوئے پوری قوت سے اس کے سر پر رسید کی۔ ضرب خاصی شدید تھی شنکر لال کے حلق سے کربناک سی چیخ بلند ہوئی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ شازیہ نے دوسرے وار کے لئے اس کے اٹھنے کا انتظار کیا۔ لیکن شنکر لال نے دوبارہ کوئی حرکت نہ کی وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

شازیہ نے ہانپتے ہوئے ہڈی پھینکی اور کمرے کے دوسرے دروازے کی طرف بڑھی جو بند تھا۔ اس نے دروازہ

www.urdupalace.com

کھولنے کی کوشش کی اور اسے ناکامی نہ ہوئی۔ دروازہ کھل گیا۔ اس نے باہر جھانکا۔ ادھر بھی ایک راہداری تھی جس کے ایک سرے پر چراغ جل رہا تھا اور ایک بند دروازہ دکھائی دے رہا تھا۔ شازیہ پہچان گئی۔ وہ پوجا پاٹ والے بڑے کمرے کا دروازہ تھا۔ راہداری کی دوسری سمت میں چند قدم کے فاصلے پر مندر کا داخلی دروازہ تھا جو بند نظر آ رہا تھا۔

پوجا پاٹ والے کمرے کی طرف سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ شاید پوجا ختم کر کے گاؤں والے باہر جا چکے تھے۔ چنانچہ وہ کمرے سے نکل کر تیزی سے راہداری کے داخلی دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔ شنکر لال کی طرف سے اسے اطمینان تھا کہ وہ جلد ہوش میں نہ آ سکے گا۔ اس کے باوجود وہ اب بھی خوفزدہ تھی۔

ابھی وہ دروازے سے آٹھ دس قدم پیچھے ہی تھی کہ ایک دم چراغ بجھ گیا اور وہاں گہری تاریکی پھیل گئی۔ تاریکی پھیلنے پر وہ گھبرا گئی اور تیزی سے دروازے کی طرف لپکی۔ لیکن اچانک بائیں جانب کا ایک دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور اگلے ہی لمحے وہ کسی سے ٹکرا کر فرش پر گرتی چلی گئی۔

☆.....☆.....☆

غار کے تاریک حصے میں کھڑا تنویر سوچ رہا تھا کہ رانی نے اس ڈھانچے پر کیسے قابو پایا ہوا۔ اچانک اسے ڈھانچے کی بات یاد آئی۔ جس نے رانی سے کہا تھا کہ وہ ستر سال بعد عیاشی کر رہی تھی۔ گویا رانی کا ہونے والا شوہر ستر سال پہلے مرا تھا۔ یہ خیال کر کے تنویر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ چودہ پندرہ برس کی نظر آنے والی رانی اصل میں ستر برس سے زیادہ عمر کی تھی لیکن پراسرار طور پر اس کا شباب نوجوان دوشیزہ کی طرح تھا۔

"بابو۔" اچانک تاریکی میں اسے قریب سے رانی کی آواز سنائی دی۔ اور وہ بے ساختہ اچھل پڑا۔

"اوہ۔ تم نے اپنے پتی کے ساتھ کیا کیا۔" وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"وہی۔ جو مجھے کرنا چاہئے تھا۔" رانی کی دلکش ہنسی سنائی دی۔ "میں نے اس کا جو حشر کیا ہے اسے دیکھ کر تم خوف سے بے ہوش ہو جاؤ گے۔ آؤ میں تمہیں دکھاتی ہوں۔"

"نہیں نہیں۔" وہ بوکھلا کر بولا۔ "میں باہر جانا چاہتا ہوں۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"نہیں بابو۔ پہلے میرا کام کرو۔" رانی ضد کرنے لگی۔ "دیکھو۔ میں نے تمہاری خاطر اپنے پتی کو ہمیشہ کے لئے فنا کر دیا ہے۔ اب تم بھی جانا چاہتے ہو۔ یہ ناممکن ہے۔ مجھے اپنی بانہوں میں لے لو بابو۔"

وہ اس کے ساتھ غار کے روشن حصے میں آ گیا۔ وہاں فرش پر اس ڈھانچے کی کھوپڑی کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ نجانے رانی نے کیسے اس کی کھوپڑی پاش پاش کی تھی۔ تنویر کی آنکھیں بند تھیں اور ذہن پر آسودگی کا نشہ طاری تھا۔ چند لمحوں بعد نشہ اترا تو اس نے آنکھیں کھولیں۔ لیکن اب غار میں گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر رانی کو چھوا لیکن رانی فرش پر موجود نہیں تھی۔ اس نے آگے سرکتے ہوئے دو تین فٹ تک ہاتھ پھیرا لیکن رانی نہ ملی۔

"رانی۔ رانی۔ تم کہاں ہو؟" اس نے پریشان ہو کر اسے آواز دی۔

لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ شاید رانی کہیں دور جا چکی تھی۔ خود کو وہاں تنہا محسوس کر کے اس کے ذہن پر دوبارہ خوف طاری ہونے لگا۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتا ہوا آگے کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی وہ چند قدم ہی چلا تھا کہ پیچھے سے کسی کے ہنسنے کی آواز آئی۔ وہ رانی کی ہنسی پہچان کر پلٹا تو رانی کے بجائے وہ کالی چڑیل کو دیکھ کر خوف سے اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

اس کا سر فرش سے ٹکرایا اور اس کے حلق سے بے ساختہ چیخ نکل گئی۔ اسی لمحے باہر سے دوڑے قدموں کی آہٹیں ابھرنے لگیں۔ شازیہ اٹھ بیٹھی۔ چوٹ لگنے سے اس کا سر چکرا رہا تھا اور ذہن پر دہشت طاری تھی۔ اندھیرے میں کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ لیکن اسے یقین تھا کہ وہ کسی انسانی ڈھانچے سے ٹکرا کر گری تھی۔ باہر سے دوڑتے قدموں کی آہٹیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ پھر یکدم

www.urdupalace.com

راہداری کا دروازہ کھلا اور دو افراد اندر آتے دکھائی دیئے۔ ان میں سے ایک کے پاس ٹارچ تھی جس کی روشنی شازیہ پر پڑ رہی تھی۔

"ارے۔ یہ تو کرشن کمار کی مہمان ہے۔" ان میں سے ایک نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ ٹارچ والا آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "مگر یہ یہاں کیسے آ گئی۔"

"پتا نہیں۔" دوسرے نے کہا۔ پھر قریب پہنچ کر شازیہ سے بولا۔ "بیگم صاحبہ۔ آپ چیخی تھیں؟"

"ہاں۔ میری مدد کرو..... مجھے باہر لے چلو....." شازیہ نے کراہتے ہوئے کہا۔

پھر وہ خود ہی اٹھ کر دروازے کی طرف چل دیا وہ دونوں بھی اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ وہ مندر سے باہر آئے تو چاندنی چٹکی ہوئی تھی۔ شازیہ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے تنویر کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھا۔

"تم نے میرے شوہر کو تو یہاں نہیں دیکھا۔" شازیہ نے ان دونوں سے سوال کیا۔

"نہیں۔ لیکن ہم آئے انہی کی تلاش میں تھے۔" ٹارچ والے نے کہا۔

"کیوں؟" شازیہ نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "تمہیں کس نے اس کی تلاش میں بھیجا ہے؟"

"کرشن کمار کی پتنی سیتا نے۔" ٹارچ بردار بولا۔ "میں ان کا پڑوسی ہوں۔ کچھ دیر پہلے وہ پریشانی میں میرے گھر آئی اور مجھے کہا کہ میں بابو کو بلا لاؤں جو مندر کے باہر بیٹھے ہوں گے کہیں وہ بارش میں بھیگ کر سردی سے بے ہوش نہ ہو گئے ہوں۔ چنانچہ میں نے اپنی ٹارچ نکالی اور اپنے دوست گوپال کے ہمراہ اس طرف آیا۔ لیکن یہاں پہنچتے ہی آپ کی چیخ سنائی دی۔ تو ہم اندر آ گئے۔

"اگر وہ گھر پر نہیں ہے تو یہیں کہیں ہوگا۔ مہربانی کر کے اسے تلاش کرو۔" شازیہ نے پریشان کن لہجے میں ان سے کہا۔

وہ دونوں شازیہ کے ساتھ تنویر کو ادھر ادھر تلاش کرنے لگے لیکن تنویر نہ ملا۔ شازیہ کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ انہوں نے مندر کے چاروں طرف کا علاقہ دیکھ ڈالا۔

"بیگم صاحبہ۔ آپ مندر میں کیا کر رہی ہیں؟ سیتا نے آپ کا ذکر تو نہیں کیا تھا۔" ٹارچ والے نے پوچھا۔

"میں پنڈت شنکر لال کی دعوت پر پوجا دیکھنے کے لئے آئی تھی لیکن وہاں مجھے نیند آ گئی۔" شازیہ نے جھوٹ بولا۔ "آنکھ کھلی تو خود کو اندھیرے میں پا کر خوف سے میری چیخ نکل گئی۔ تم ذرا مرگھٹ کی طرف چلو کہیں میرا شوہر ادھر نہ گیا ہو۔"

"نہیں بیگم صاحبہ۔" ٹارچ والے کا ساتھی گوپال سہم کر بولا۔ "آدھی رات کو مرگھٹ میں جانا ٹھیک نہیں ہوتا۔"

"کیوں۔" شازیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"اس وقت وہاں مرنے والوں کی روحیں گھومتی ہیں اور زندہ انسانوں کو پکڑ کر ان کا خون چوس لیتی ہیں۔" گوپال نے خوفزدہ انداز میں کہا۔ "ممکن ہے بابو جی ادھر گئے ہوں اور بدروحوں نے انہیں پکڑ لیا ہو۔"

شازیہ تو پہلے ہی خوف کی ماری ہوئی تھی۔ بدروحوں کا ذکر سن کر وہ پھر خوفزدہ ہو گئی۔ "اب میں کیا کروں۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر میرے شوہر کو کچھ ہو گیا تو میں مر جاؤں گی۔"

"آپ فکر مت کریں بیگم صاحبہ۔ میرے پاس ٹارچ ہے۔ میں جاتا ہوں مرگھٹ میں۔" ٹارچ والے نے کہا پھر وہ گوپال سے بولا۔ "گوپال۔ تم بیگم صاحبہ کو لے جاؤ اور کرشن کمار کے گھر پہنچا دو۔"

☆.....☆.....☆

ٹھیک اسی لمحے مرگھٹ کی طرف سے ایک ہلکی سی چیخ سنائی دی اور وہ دونوں چونک کر اس طرف دیکھنے لگے جبکہ شازیہ اس چیخ کو سن کر بوکھلا گئی۔

کالی چڑیل کو دیکھ کر تنویر کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ ہنستی ہوئی اس کے قریب آئی۔ "کہاں جا رہے ہو؟" اس چڑیل کے منہ سے نکلنے والی آواز رانی کی تھی۔ تنویر خوفزدہ ذہن سے سوچ رہا تھا کہ کیا چڑیل ہی رانی ہے۔ جس سے اس نے آسودگی حاصل کی تھی؟ اگر رانی چڑیل تھی تو وہ دوشیزہ کے روپ میں اس سے کیوں ملتی تھی؟ کنواری لڑکی

www.urdupalace.com

کے روپ میں اس کا بھرپور شباب نظر آتا تھا۔ وہ چڑیل کے بدن پر کیوں نہیں تھا؟

"کیا سوچ رہے ہو بابو؟" کالی چڑیل کے منہ سے رانی کی آواز خارج ہوئی۔

"تت۔ تم کون ہو..... رانی کہاں ہے؟" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں ہی رانی ہوں۔ بابو۔" چڑیل نے ہنس کر کہا۔ "تمہاری خوش قسمتی ہے کہ میں نے تمہارے خون سے اپنی پیاس نہیں بجھائی۔ کیا تم اس کی وجہ جانتے ہو؟"

"نن۔ نہیں۔" وہ ہکلایا۔ خون چوسنے کے ذکر پر اس کا حلق خشک ہونے لگا تھا۔

"وجہ صرف یہ ہے کہ میں ستر سال سے پیاسی تھی اور تم نے میری پیاس بجھا کر مجھ پر احسان کیا ہے۔" وہ خوفناک انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔ "آؤ۔ میں تمہیں کرشن کمار کے گھر پہنچادوں۔ بیچاری سیتا ابھی تک تمہارے انتظار میں جاگ رہی ہے۔"

یہ کہہ کر چڑیل نے اچانک ہاتھ بڑھایا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا۔ جھٹکا لگنے سے تنویر لڑکھڑایا اور منہ کے بل زمین پر آ گرا لیکن وہ فوراً ہی سنبھل کر اٹھا اور دوسرے ہی لمحے حیرت سے اچھل پڑا۔ وہ کرشن کمار کے گھر کے صحن میں موجود تھا اور قریب سیتا کھڑی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم کب آئے بابو۔ میں نے تمہاری تلاش میں پڑوسی کو مندر کی طرف بھیجا تھا۔" وہ حیرت سے بولی۔

"اوہ۔ کب۔ کتنی دیر ہوئی ہے؟" تنویر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی ابھی۔ ابھی وہ مندر تک نہ پہنچا ہوگا۔" سیتا نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "اوہ۔ تمہیں تو بخار ہو رہا ہے۔ کپڑے بھی بھیگے ہوئے ہیں۔ آؤ لباس تبدیل کر کے بستر میں گھس جاؤ۔"

پھر سیتا نے صحن کا دروازہ بند کیا اور تنویر کو اپنے کمرے میں لے آئی۔ وہاں لیمپ جل رہا تھا۔ اس نے تنویر کا کوٹ اتارا۔ پھر پھونک مار کر لیمپ بجھایا اور بولی۔

"بابو کپڑے اتار کر بستر میں گھس جاؤ۔ جلدی کرو کہیں نمونیہ نہ ہو جائے۔"

تنویر نے اندھیرے میں اپنے گیلے کپڑے اتارنے اور قریب پڑی چارپائی پر بیٹھ کر لحاف اوڑھ کر دراز ہو گیا۔

"بابو۔ مجھے بھی سردی لگ رہی ہے۔ کہو تو میں بھی لحاف میں آ جاؤں۔" سیتا کی آواز سنائی دی۔

"ہاں ہاں۔ آ جاؤ۔ تمہارا اپنا گھر ہے۔" تنویر بولا اور سیتا اس کے دائیں پہلو سے لحاف میں گھس گئی۔ ٹھیک اسی لمحے کسی نے تنویر کو اٹھا کر فضا میں اچھال دیا۔

☆.....☆.....☆

گوپال مرگھٹ سے سنائی دینے والی چیخ سے پریشان ہو کر ٹارچ بردار سے بولا۔ "موہن داس۔ تم تنہا وہاں مت جاؤ۔ ہمارا یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے۔ آؤ چلیں۔"

"کیوں گوپال بھائی چیخ سن کر ڈر گئے ہو۔" ٹارچ بردار نے ہنس کر کہا جس کا نام موہن داس تھا۔

"یہی سمجھ لو۔ پنڈت شنکر لال نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ آدھی رات کے بعد مرگھٹ کی بدروحیں کالی دیوی کی پوجا کے لئے مندر کی طرف آتی ہیں۔ مجھے لگتا ہے وہ اس طرف آنے ہی والی ہیں۔" گوپال نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہیں یار۔ تم بیگم صاحبہ کو لے جاؤ۔ بابو جی کو تلاش کرنا ضروری ہے۔ وہ ہم سب کے مہمان ہیں۔"

پھر موہن داس نے شازیہ سے کہا۔ "بیگم صاحبہ آپ گوپال کے ساتھ جائیں۔ یہ آپ کو کرشن کمار کے گھر پہنچا دے گا۔" شازیہ چیخ سن کر پریشان ہو رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ چیخ تنویر کی ہے۔ اب اس نے موہن سے کہا۔ "موہن بھائی میں تمہارے ساتھ مرگھٹ میں چلوں گی۔ گوپال بے شک گھر چلا جائے۔"

"بیگم صاحبہ۔ بدروحوں کے ٹھکانے پر جانا آپ کے لئے مناسب نہیں۔" گوپال نے جلدی سے کہا۔

"میری مانیں اور....."

"سنو موہن....." شازیہ نے گوپال کی بات قطع کرتے ہوئے ٹارچ بردار سے کہا۔ "وہ چیخ کسی بدروح کی نہیں میرے شوہر کی محسوس ہوئی ہے۔ تم میرے

www.urdupalace.com

ساتھ ادھر چلو۔"

"میں تو ہرگز وہاں نہیں جاؤں گا۔" گوپال نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم یہیں ٹھہرو یا گھر چلے جاؤ۔" موہن داس نے ناگواری سے کہا۔ پھر شازیہ سے بولا۔ "آیئے بیگم صاحبہ۔"

شازیہ اس کے ساتھ مرگھٹ کی طرف بڑھنے لگی۔ اسے یقین تھا کہ سنائی دینے والی چیخ تنویر کی تھی۔ لیکن اسے حیرت تھی کہ وہ مرگھٹ کی طرف کیوں گیا تھا۔ موہن داس ٹارچ روشن کئے اس سے دو قدم آگے چل رہا تھا۔ ٹارچ نہ بھی ہوتی تو وہ دور تک کا منظر دیکھ سکتے تھے کیونکہ چاندنی چٹکی ہوئی تھی۔ گوپال مندر کے پاس کھڑا رہا۔ وہ بہت خوف محسوس کر رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ وہاں ٹھہرنے کے بجائے گھر چلا جائے لیکن تنہا جانے کی بھی اس میں ہمت نہیں تھی۔

شازیہ موہن داس کے پیچھے چلتی ہوئی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ چند منٹ بعد وہ دونوں مرگھٹ کے قریب پہنچ گئے۔ جہاں جلی ہوئی ہڈیوں اور راکھ کے ٹیلے تھے۔ ٹیلوں کے پاس پہنچ کر موہن داس رک گیا اور ٹارچ کی روشنی ادھر ادھر پھینکنے لگا۔ شازیہ وہاں پہنچ کر ایک بار پھر خوف محسوس کر رہی تھی۔

"آپ یہاں ٹھہریں، میں آگے جا کر دیکھتا ہوں۔" موہن داس نے آگے قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"نن۔ نہیں۔ میں بھی چلوں گی۔" شازیہ نے تیزی سے کہا۔

اور اس کے ساتھ قدم بڑھانے لگی۔ چند قدم چل کر وہ ٹیلوں کے درمیان پہنچ گئے۔ وہاں زمین پر جلی ہوئی انسانی ہڈیاں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں مکمل اور ٹوٹی ہوئی کھوپڑیاں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔ جنہیں دیکھ کر شازیہ کا خوف بڑھتا جا رہا تھا۔ ہر طرف گہرا سناٹا طاری تھا۔ موہن داس کی ٹارچ کا روشن ہالہ دائیں بائیں حرکت کر رہا تھا۔ اچانک بائیں جانب سے کسی کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ اور شازیہ نے دہشت زدہ ہو کر موہن کا بازو پکڑ لیا۔

"کیا بات ہے بیگم صاحبہ۔" موہن نے حیرت سے پوچھا۔

"تت۔ تم۔ تم نے ہنسنے کی آواز سنی موہن بھائی؟" شازیہ نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا۔

"نہیں تو۔ آپ کو وہم ہوا ہے۔" موہن نے کہا۔ یہاں ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں ہے۔"

شازیہ نے خوف زدہ نگاہوں سے بائیں طرف دیکھا جدھر سے کسی عورت کے ہنسنے کی آواز آئی تھی لیکن ادھر دیکھتے ہی وہ بے اختیار اچھل پڑی۔ اس طرف ٹیلے کے پاس کوئی شخص منہ کے بل پڑا دکھائی دے رہا تھا۔

شازیہ کے ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ اسے فوراً خیال آیا کہ وہ تنویر نہ ہو۔ اس نے ایک دم موہن داس کے ہاتھ سے ٹارچ چھین کر اس شخص پر روشنی ڈالی اور بوکھلا کر اس کی طرف بڑھ گئی۔ لباس سے اس نے تنویر کو پہچان لیا تھا۔ موہن داس بھی اس کے پیچھے لپکا۔ قریب آ کر اس نے تنویر کو سیدھا کیا اور حیرت سے اچھل پڑا۔ "ارے۔ یہ تو بابو جی ہیں۔"

شازیہ نے جلدی سے جھک کر تنویر کی نبض چیک کی۔ وہ بے ہوش معلوم ہوتا تھا۔ اس نے موہن داس سے کہا۔ "موہن بھائی۔ انہیں جلدی سے گھر لے چلیں۔ آپ کی مہربانی ہوگی۔"

موہن نے جھک کر تنویر کو اٹھایا اور کندھے پر لاد کر شازیہ کے ساتھ واپس چل پڑا۔ اسی لمحے شازیہ کو عقب سے ایک پراسرار آواز سنائی دی۔

"شازیہ۔ تم خوش نصیب ہو کہ اپنے شوہر کو زندہ لے جا رہی ہو۔ تم دونوں کی خیریت اسی میں ہے کہ کل ہی گاؤں چھوڑ دو۔ تم جس مقصد کے لئے یہاں آئی ہو اس میں کبھی کامیاب نہ ہو سکو گی۔

شازیہ نے پلٹ کر پیچھے دیکھا لیکن پیچھے کوئی نہ تھا۔ یقیناً موہن داس نے وہ آواز نہیں سنی تھی۔ ورنہ وہ بھی رک کر پیچھے دیکھنے کی کوشش کرتا۔

شازیہ موہن داس کے آگے چلنے لگی۔ مندر کے پاس گوپال ان کا منتظر تھا۔ وہاں سے وہ آبادی کی طرف چل پڑے۔ کرشن کمار کے گھر کا بیرونی دروازہ کھلا ہوا تھا۔

www.urdupalace.com

وہ اندر آئے۔ اسی لمحے سیتا اپنے کمرے سے نکل آئی۔ وہ تنویر کو موہن داس کے کندھے پر لدا دیکھ کر حیران رہ گئی۔ تنویر کو دوسرے کمرے میں بستر پر ڈال کر موہن داس نے سیتا سے کہا۔

"بابو جی کے لئے انگیٹھی میں آگ جلا کر لاؤ۔ انہیں حرارت ملے گی تو جلدی ہوش میں آجائیں گے۔"

پھر وہ گوپال کے ساتھ رخصت ہوگیا۔ سیتا جلدی سے انگیٹھی میں آگ جلا کر لائی تو اتنی دیر میں شازیہ تنویر کا گیلا لباس اتار چکی تھی۔ سیتا کے اندر آتے ہی اس نے تنویر پر جلدی سے لحاف ڈال دیا۔

"سیتا۔ تم جلدی سے چائے بناؤ..... میں انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کرتی ہوں۔" شازیہ نے اس سے کہا۔

سیتا باہر چلی گئی۔ شازیہ تنویر کی ہتھیلیاں ملنے لگی۔ تنویر کا جسم بری طرح ٹھٹھرا ہوا تھا۔ چند منٹ بعد اسے ہوش آ گیا مگر شازیہ کو دیکھ کر وہ بے اختیار اچھل پڑا۔

"او۔ت۔ تم کب آئیں شازیہ۔" مجھے یہاں کون لایا؟"

"پہلے تم چائے پی لو ڈیئر۔ بعد میں باتیں کریں گے۔"

سیتا کو آرام کرنے کی ہدایت دے کر شازیہ تنویر سے دبی زبان میں باتیں کرنے لگی۔ اس نے مندر میں اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات بیان کرنے کے بعد کہا۔

"تم مرگھٹ میں بے ہوش پڑے تھے۔ مجھے بتاؤ تم وہاں کیا کرنے گئے تھے اور وہاں تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا تھا؟"

تنویر نے گہرا سانس لے کر کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ میرے ساتھ بھی ایسے ہی خوفناک واقعات پیش آئے تھے۔ تمہیں مندر پہنچا کر واپس آ رہا تھا کہ بارش شروع ہوگئی۔"

اس نے بارش میں رانی کے ملنے سے لے کر غار سے نکلنے تک کے واقعات بیان کئے لیکن سیتا کا بالکل ذکر نہ کیا۔

"غار سے نکلتے ہی کسی نے مجھے اٹھا کر زور سے پھینکا اور میری چیخ نکل گئی۔ اس کے بعد شاید میں بے ہوش ہوگیا تھا۔

شازیہ نے ہنس کر کہا۔ "تو گویا بدروحوں کے ساتھ مزے لوٹتے رہے ہو۔"

"پتا نہیں۔ مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھا ہو۔" تنویر نے کہا۔

شازیہ بولی۔ "شاید وہ آواز اسی چڑیل رانی کی تھی جس نے مجھے مرگھٹ سے واپسی پر یہاں سے رخصت ہوجانے کی ہدایت کی تھی اور ہاں مندر میں مجھے ایک ڈھانچے نے گمراہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ تم نے میری غیر موجودگی میں سیتا سے چھیڑ چھاڑ کی تھی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ میں ایسا کر سکتا ہوں۔" تنویر نے جواب دیا۔ "کیا اپنی خوب صورت بیوی کو چھوڑ کر میں ایک ہندو اور میز بان عورت سے....."

"چھوڑو اس بات کو..... میں نے کون سا ڈھانچے کی بات سچ سمجھی تھی۔" وہ بولی۔ "صبح تو ہم نے چلے جانا ہے۔"

اتنی جلدی کیوں۔ دو چار دن تو گاؤں کی آب و ہوا کا مزہ لینے دو ڈارلنگ۔" تنویر نے سیتا کا تصور کرتے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں۔ تم کون سا مزہ لینا چاہتے ہو۔ مگر اب بدروحیں تمہارے خون سے اپنی پیاس بجھائیں گی۔ انہوں نے مجھ وارننگ دی ہے۔ اس لئے اب تمہیں مجھ پر ہی گزارا کرنا پڑے گا۔ میں نہیں چاہتی کہ پردیس میں ہمارے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے۔" اس نے کہا۔

"میں تو تمہاری خواہش پوری کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔ ورنہ میرا ارادہ آگرہ جا کر تاج محل دیکھنے کا تھا۔"

صبح آٹھ بجے کرشن کمار گھر آیا تو ناشتے کے بعد انہوں نے کرشن سے رخصت کی اجازت مانگی۔ پہلے تو اس نے اصرار کیا کہ چند دن یہاں رہیں لیکن تنویر نے ایک ضروری کام کا بہانہ کیا تو وہ خاموش ہوگیا۔ پھر وہ انہیں بیل گاڑی پر بٹھا کر مین روڈ پر لے آیا۔ وہاں سے وہ دہلی جانے والی بس میں سوار ہوئے اور بس دہلی شہر کی طرف دوڑنے لگی۔

www.urdupalace.com

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com